مَعارفِ حجۃ الاسلام

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

بروایت : حکیم الامت [illegible] انویؒ

ترتیب : جناب محترم محمد اقبال صاحب قریشی

ناشر

نوشابہ پبلیکیشنز

ڈی ڈی اے فلیٹ، نیو رنجیت نگر نئی دہلی ۸۔

فہرست مضامین

ملنے کے پتے

رفعت بکڈپو زیڈ ۳۲۳ ۔ سی نیو رنجیت نگر دہلی ۸ ۔

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ۔ یو پی ۔

تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ و اولیاءہ

وبارک وسلم وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا ۔ اما بعد

علوم و معارف (حکیمانہ ملفوظات) حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ قبل ازیں ماہنامہ "الحق"، اکوڑہ خٹک میں شائع ہوئے تھے، جب اس کا مسودہ احقر نے مولانا سمیع الحق صاحب کو ارسال کیا تھا تو انہوں نے جواباً تحریر فرمایا تھا:

"حضرت المحترم! سلام مسنون۔ حضرت نانوتویؒ مرحوم کے علوم و معارف کا عظیم الشان ذخیرہ پہنچ چکا ہے۔ آپ نے بہت اہم کام سرانجام دیا ہے بَارَكَ اللّٰهُ فِي سَعْيِكُمْ وَجَعَلَهَا سَعْيًا مَّشْكُورًا۔ سمیع الحق ۲۷/۶"

اب مکتبہ دارالاشاعت کراچی کے زیر اہتمام اسے کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ حق سبحانہٗ ان کی خدمات قبول فرمائیں اور مکتبہ کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ اور اسے تبلیغ دین و اشاعت اسلام کا سبب بناویں۔ آمین۔

طالب دعائے خیر

بندہ **محمد اقبال قریشی** ہارون آبادی

ناظم مرکز تبلیغ اسلام مجلس صیانۃ المسلمین ہارون آباد

احوال و سوانح

زبان پہ بارِ خدا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کیلئے

کسی موضوع پر لکھنے کے لئے اتنی ہچکچاہٹ، تذبذب اور سوچ بچار کی ضرورت نہیں ہوئی، جتنی حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کے حالات لکھنے میں ہوتی ہے۔ قلم لرزہ براندام ہے اور آپ کے کمالات لامتناہی۔ اس روسیاہ میں اتنی ہمت کہاں کہ آپ کے متعلق کچھ لکھے۔

ع عالم ہے تحیر کا زباں ہے نہ قلم ہے

لیکن جہاں برادر محترم، محب مکرم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے حکم سے حضرت نانوتویؒ کے ملفوظات طیبات لکھتا ہوں۔ تمہید میں چند سرخیوں کے تحت آپ کے کمالات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہوں شاید اسے نظر استحسان سے دیکھا جائے۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ

سچ تو یہ ہے کہ آپ اس قدر جامع کمالات ہستی تھے کہ کوئی تمام عنوان آپ کے اوصاف و کمالات کے نہیں لکھ سکتا۔ ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ولادت حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ قصبہ نانوتہ ضلع سہارن پور

میں شعبان یا رمضان ۱۲۴۸ھ کو پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام اسد علی تھا جو نہایت ہی صاحب مروّت و اخلاق مہمان نواز، کنبہ پرور اور نمازی پرہیز گار تھے۔ مولانا نانوتویؒ کا تاریخی نام خورشید حسین ہے۔

تعلیم و تربیت حضرت مولانا نانوتویؒ اپنے گھر میں اکلوتے بیٹے تھے اس لئے آپ کی پرورش بہت لاڈ پیار سے ہوئی۔ مگر اس کا آپ پر کوئی برا اثر نہ ہوا بلکہ بچپن ہی سے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ قرآن پاک آپ نے نانوتہ کے مکتب میں پڑھا۔ اس کے بعد دیوبند میں مولانا مہتاب علی صاحبؒ کے مکتب میں عربی و فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ یہاں سے سہارنپور اپنے نانا جان کے یہاں تشریف لے گئے اور مولانا محمد نواز صاحب سے پڑھا۔ نانا جان کے انتقال پر نانوتہ تشریف لے گئے۔ ذوالحجہ ۱۲۵۹ھ میں حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ آپ کو دہلی ساتھ لے گئے۔ آپ نے ان سے کافیہ پڑھنا شروع کیا۔ حسن اتفاق سے ۱۲۶۱ھ میں دو سال بعد قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی بھی آپ کے ہم سبق ہوئے[1]

[1] اور ایسے ہمدم بنے کہ تا زیست جدا نہ ہوئے۔ حسن اتفاق سے جہاں دونوں نے ایک ہی استاد حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اسی طرح تربیت باطنی بھی ایک ہی پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے حاصل کی۔

گل و بلبل کی طرح ان سے ہے نسبت ان کو
لوگ لیتے ہیں ان کا نام ان کے نام کے ساتھ

علوم عربیہ کی اکثر کتابیں دونوں نے حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ سے پڑھیں۔ البتہ حدیث پاک حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب سے حرفاً حرفاً پڑھی۔

کتابت

فراغت طالب علمی کے بعد ۱۲۶۷ھ میں مطبع احمدی میں کتابت کا کام شروع کیا مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ کی بخاری شریف کی تصحیح فرمائی۔ ۵ یا ۶ پارے خود لکھے۔ میرٹھ اور دہلی کے پریس میں عرصہ دراز تک کتابت کا کام کیا۔

درس وتدریس

درس وتدریس کا سلسلہ طالب علمی کے دوران ہی شروع کر دیا تھا چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو اپنے استاد حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کے حکم سے صرف ونحو کی کتابیں پڑھاتے اور مشق کراتے۔ زمانہ کتابت میں بھی درس وتدریس کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ چنانچہ اس زمانے میں آپ نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ اور مولانا حکیم محمد صدیق صاحب مرادآبادی کو حدیث پڑھائی۔ آخر میں مسجد چھتہ دیوبند میں پڑھانا شروع کیا اور انتقال تک پڑھاتے رہے۔

تصانیف

آپ کی مشہور تصانیف آب حیات، تحذیر الناس، قبلہ نما، تحفہ الحمیہ، مباحثہ شاہجہان پور، توثیق الکلام، اجوبہ اربعین، تقریر دلپذیر، جمال قاسمی، انتصار الاسلام، تصفیۃ العقائد اور حجۃ الاسلام ہیں۔ یہ کتابیں اردو میں ہیں۔ الفاظ اور عبارت بھی سہل

ہے مگر ان کا سمجھنا عوام تو کجا اکثر علماء کے لئے بھی دشوار ہے۔ کیونکہ علوم بہت مشکل ہیں۔

بیعت

بچپن ہی سے حضرت حاجی صاحبؒ سے قلبی تعلق تھا۔ حضرت گنگوہیؒ فرمایا کرتے کہ حدیث شریف پڑھتے کے دوران اکثر خیال ہوتا کہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ سے بیعت ہو جائیں۔ مگر ہر بار حضرت نانوتویؒ فرماتے نہیں بیعت تو حضرت امدادؒ ہی سے کریں گے۔ چنانچہ آپ حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت ہوئے اور سلوک کی تکمیل کی۔

مہارت فنون حربیہ

فنون حربیہ میں مہارت کے سبب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آپ کو تھانہ بھون اور شاملی کا سپہ سالار بنایا گیا اور یہاں آپ نے اپنے جوہر دکھائے۔

اتباع سنت

۱۸۵۷ء میں جب گورنمنٹ کی طرف سے گرفتاریاں شروع ہوئیں تو آپ صرف تین دن روپوش رہے اس کے بعد لوگوں کے اصرار پر انکار فرمادیا کہ تین دن سے زیادہ روپوشی خلاف سنت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی غار ثور میں صرف تین

۱؎ حضرت حکیم الامتؒ نے بھی شریف العلیات حواشی امیر الروایات میں تحریر فرمایا ہے کہ مدار اس کشش کا مناسبت ہے۔ تفاضل میں اس کو دخل نہیں۔ حدیث

ہمہ شہر پُر ز خوباں منم و خیال ما ہے
چہ کنم کہ چشم بدخو نکند بکس نگا ہے

(ارواح ثلاثہ صفحہ ۲۲۸)

دن ہی مقیم رہے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ڈوبش کے سپاہیوں سے ملاقات ہوگئی تو انہوں نے آپ ہی سے پوچھا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کہاں ہیں آپ نے دو قدم پیچھے ہٹ کر فرمایا ابھی تو یہیں تھے اللہ تعالیٰ نے آپ سے دین کا بڑا کام لینا تھا اس لئے ہاتھ نہ آئے۔

مناظرے انگریزوں کا مقصد ہندوستان میں الحاد، بے دینی، نفاق وافتراق پھیلانا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانا تھا۔ چنانچہ پادریوں نے عیسائیت کی تبلیغ شروع کی۔ غیر مسلم اس سے بہت متأثر ہوئے۔ مسلم رہنما آڑے آئے اور پادریوں سے مناظرے کئے۔ چنانچہ میلہ خداشناسی یا مباحثہ شاہجہان پور میں یہودیوں اور نصاریٰ کو شکست فاش دی۔ اسلام کی حقانیت اور برتری کی سب پر دھاک بٹھا دی پنڈت دیانند نے بھی اسلام سے چھیڑ چھاڑ شروع کی ۱۲۹۵ھ میں رڑکی میں مناظرہ ٹھہرا۔ عین وقت پہ پنڈت فرار ہوگیا۔ چنانچہ آپ نے اس کے اعتراضات کا جواب اپنے رسالہ قبلہ نما میں عجیب وغریب دلائل سے دیا ہے۔

حج پہلا حج آپ نے ۱۲۷۷ھ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ

ؔ جب حضرت نانوتویؒ مباحثہ شاہجہان پور سے مظفر ومنصور واپس آئے تو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا مجھے آپ کی وفات قریب معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو جوان سے کام لینا تھا پورا ہوگیا وہ یہ کہ تمام مذاہب کے مجمع میں اسلام کی منادی ہو جائے اور خدا کی حجت اسکے بندوں پر پوری ہو جائے چنانچہ اس مناظرہ کے تھوڑا عرصہ بعد انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (ارواح ثلاثہ ص ۱۸۱)

کی معیت میں اور دوسرا حج ۱۲۹۴ھ میں حضرت گنگوہیؒ اور دوسرے اکابرین ملت کے ساتھ کیا۔

وصال دوسرے حج کے بعد ربیع الاول ۱۲۹۵ھ میں وطن واپس ہو رہے تھے کہ جدہ میں آپ کو سخت بخار آگیا۔ جہاز میں اتفاقاً وبائی مرض پھیل گیا۔ ایک دو آدمی روزانہ مرتے تھے۔ بمبئی پہنچ کر اس قدر کمزور ہوگئے کہ بیٹھنا مشکل تھا۔ نانوتہ پہنچ کر بخار تو جاتا رہا۔ لیکن کھانسی ٹھہر گئی۔ اسی دوران مناظرہ رڑکی پیش آیا۔ واپسی پر مرض ابھرآیا اور بڑھتا رہا چند مرتبہ دورہ پڑا۔ حکیم مشتاق احمد صاحب دیوبند اور ڈاکٹر عبدالرحمان صاحب مظفرنگری آپ کے معالج تھے۔ اسی دوران حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے انتقال پر سہارنپور تشریف لے گئے مگر شام کو واپس آگئے۔ درمیان میں عارضی افاقہ ہوا آپ نے پڑھانا شروع کیا۔ مرض کا پھر حملہ ہوا۔ آخر کار ۴ر جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات بعد از نماز ظہر آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے جنازے میں بہت سے رجال الغیب شریک ہوئے جو جنازہ کے بعد دن میں نظر نہیں آئے۔ بہت سی تاریخیں لکھی گئیں۔ اختصار کے پیش نظر تین بزرگوں کی درج کرتا ہوں۔

(۱) حضرت مولانا فضل الرحمان صاحبؒ
ع وفات سرورِ عالمؐ کا یہ نمونہ ہے

(۲) حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ
کیا چراغ گل ہوا، مصیبت بڑی آئی مصیبت

(۳) حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ
پیوند خاک زید و سما ہوں ہزار حیف

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے

جو محبت حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کو تھی اس کا اندازہ آپ کے ان چند اشعار سے لگائیے۔ سبحان اللہ ہر شعر سے محبت ٹپکتی ہے ؎

اڑا کے باد مری مشتِ خاک کو پسِ مرگ
کرے حضورؐ کے روضہ کے آس پاس نثار
وے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاک قاسم کا
کہ جائے کوچہ اطہر میں تیرے بن کے غبار
امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ ہے
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
جو یہ نصیب نہ ہو پھر کہاں نصیب مرے
کہ ہوں سگانِ حرم کی میں تیرے قطار

سخاوت

جس وقت آپ قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کے ہمراہ حج کو جا رہے تھے ایک گروہ حضرت گنگوہیؒ کے پاس آیا کہ ہم بھی ہمراہ چلیں گے۔ آپ نے پوچھا زادراہ بھی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں ایسے ہی توکل پہ چلیں گے۔ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا جب ہم منیجر سے جہاز کا ٹکٹ لیں گے تو تم توکل کی پوٹلی سامنے رکھ دینا۔ بڑے آئے توکل کرنے والے، جاؤ اپنا کام کرو۔ حضرت نانوتویؒ سے اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دے دی۔ ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

راستہ میں جو کچھ ملتا سب ان لوگوں کو دے دیتے۔ ساتھیوں نے عرض کیا، آپ تو سب ہی دے دیتے ہیں۔ کچھ تو اپنے پاس رکھئے۔ فرمایا إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي۔ (ارواح ثلاثہ ص۲۴۹)

کرامت

حج کے دوران کوئی حافظ نہ تھا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ آپ روزانہ ایک پارہ حفظ کر کے شام کو تراویح میں سنا دیتے اور آہستہ آہستہ یاد فرماتے تھے۔ کسی کو پتہ بھی نہ چلا۔ قرآن پاک حفظ کر لیا۔ یہ آپ کی کرامت ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص۲۱۶)

ادب اور احترام

استفاضہ علم میں ادب اور تقویٰ کو بڑا دخل ہے چنانچہ ایک شخص نے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے پوچھا تھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے وہی کتابیں پڑھی تھیں جنکو سب پڑھتے ہیں۔ پھر ان کو اتنا علم کہاں سے آیا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ اس میں کئی چیزوں کو دخل ہے۔ ایک تو مولانا طب کی رو سے معتدل مزاج تھے۔ اس سے ان پر نفس کامل فائض ہوا دوسرے یہ کہ استاد بڑے کامل ملے یعنی مولانا مملوک علی صاحبؒ۔ جن کا علم و فضل مخفی نہیں۔ تیسری یہ بات کہ متقی اعلیٰ درجہ کے تھے۔ پھر ان میں استاد کا ادب بہت تھا۔ اور پھر پیر بھی بڑے کامل ملے یعنی حضرت حاجی صاحبؒ ادب کی یہ کیفیت تھی کہ مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ۔ جب بیماری میں آپ کے پاس آتے تو آپ اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ مولوی صاحب

موصوف نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ تو فرمایا کہ حضرت آپ میرے استاد ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں کہاں سے استاد ہوگیا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا مملوک علی صاحبؒ کسی کام میں تھے تو آپ سے فرمایا تھا کہ ذرا ان کو کافیہ کا سبق پڑھا دو۔ چنانچہ میں نے آپ سے سبق پڑھا تھا دوسرا قصہ یہ ہے کہ تھانہ بھون کا ایک گندھی جسکو اہل علم سے محبت تھی مجھ سے (حضرت حکیم الامتؒ) کہتا تھا کہ ایک بار میں دیوبند میں مولاناؒ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ مولاناؒ نے فارغ ہوکر پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو۔ اس نے کہا کہ تھانہ بھون سے آیا ہوں۔ یہ سن کر گھبرا گئے اور فرمایا کہ بے ادبی ہوئی وہ تو میرے پیر کا وطن ہے۔ آپ آئے میں بیٹھا رہا، مجھ کو معاف کیجئے۔ وہ گندھی کہتا تھا کہ میں مولاناؒ کی اس حالت کو دیکھ کر شرمندگی سے مرا جاتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت حاجی صاحبؒ مولاناؒ کے ادب کا ذکر فرماتے تھے کہ میں نے اپنا ایک مسوّدہ مولاناؒ کو نقل کے لئے دیا۔ ایک مقام پر املاً میں غلطی ہوگئی تھی۔ مولانا اس مسوّدہ کو نقل کر کے لائے تو اس لفظ کی جگہ بیاض میں چھوڑ دی۔ صحیح بھی نہیں لکھا کیونکہ یہ تو حضرت حاجی صاحبؒ کے کلام کی اصلاح تھی اور غلط بھی نہیں لکھا۔ کیونکہ یہ علم کے خلاف تھا اور عمداً خطا تھی۔ اور آکر فرمایا کہ اس جگہ پڑھا نہیں گیا اور غرض یہ تھی کہ دیکھ کر غلطی درست کر دیں مگر کس عنوان سے کہا یہ نہیں کہ غلطی ہو گئی۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے قلم سے کاٹ کر درست لکھ دیا۔ ان باتوں کے جمع ہونے سے یہ برکت آپ کو حاصل ہوئی)

(ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ صفحہ ۱۵۲ ارضاءُ الحق حصہ اول صفحہ ۲۷، کوثر العلوم صفحہ ۴۰)

پیر و مرشد سے محبت

واقعہ بیعت پر ایک مرتبہ پھر نگاہ ڈالئے اور پیر و مرشد سے محبت کا اندازہ لگائیے۔

حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ اس قدر ذہین تھے کہ دورانِ طالب علمی جب آپس میں بحث ہو جاتی تو لوگ سننے کے لئے جمع ہو جاتے۔ جب حضرت گنگوہیؒ دلائل دیتے تو لوگ سمجھتے کہ اب ان کا جواب نہ ہو سکے گا۔ لیکن جب حضرت نانوتویؒ رد فرماتے اور دلائل توڑتے تو لوگ دنگ رہ جاتے۔ حضرت گنگوہیؒ پھر جواب الجواب دیتے پھر حضرت نانوتویؒ یہ مشغلہ عوام الناس کے لئے بڑا دلچسپ ہوتا۔ سب نہایت غور سے بحث سنتے۔ سفر حج میں ایک مرتبہ مقتدا بننے کے بعد دونوں کی بحث ہوگئی اور کوئی بات طے نہ ہوئی۔ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا چلو ہم حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں جا تو رہے ہیں، ان سے فیصلہ کرا لیں گے۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا وہ تو فنِ تصوف کے امام ہیں وہ یہ مسئلہ کیسے حل فرما سکتے ہیں۔ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا اگر وہ یہ مسئلہ حل نہ کر سکے تو ناحق ہم نے ان سے تعلق پیدا کیا۔ جب مکہ پہنچے تو پوچھنے سے قبل ہی حضرت حاجی صاحبؒ نے خود ہی اس کا صحیح فیصلہ فرما دیا اس پر حضرت نانوتویؒ کو مسرت کی اور حضرت گنگوہیؒ کو تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی (الافاضات الیومیہ)۔

شفقت علی الخلق

حضرت نانوتویؒ کے پاس اگر کوئی بیٹھا ہوتا تو اشراق اور چاشت بھی قضا کر دیتے تھے (کمالات اشرفیہ ص ۲۲۶) تاکہ اس کی دل شکنی نہ ہو کیونکہ حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ صرف تسبیح پھیرنا ہی نہیں دوستوں سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے کیونکہ اس میں بھی تطییب قلب مؤمن ہے۔

نمونہ کلام

حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ مع اپنے تمام شاگردوں کے دہلی کے مشاعروں میں جایا کرتے تھے تاکہ طلباء میں جولانی طبع پیدا ہو (ماہنامہ دار العلوم دیوبند مارچ ۱۹۵۱ء) اس دور کے مشہور شعراء غالب، ذوق اور مومن تھے۔ انہیں کی بحر میں کہے ہوئے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

رقیب مہر کے قابل عدو وفا کے لئے
بنے تھے ہم ہی فقط آپ کی جفا کیلئے
ہمیں تو صبر کو کہتے ہیں شیخ و واعظ سب
انہیں تو کوئی بھی کہتا نہیں وفا کے لئے
وہ بات کیا ہے کہ مر کر بھی قاتل بے رحم
قتیل تیرے تڑپتے رہے جفا کے لئے

باقی مستفیض اور محفوظ ہونے کے لئے آپ کے مطبوعہ کلام کا مطالعہ کرنا مناسب ہے۔

حضرت نانوتویؒ کا مقام پیر و مرشد کی نظر میں

حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے رسالہ ضیاء القلوب فارسی میں الہام سے جو کچھ آپ کے متعلق تحریر فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیے۔ ہم اس کا ترجمہ لکھتے ہیں:-

"جو آدمی اس فقیر (حضرت حاجی صاحبؒ) سے محبت، عقیدت اور ارادت رکھتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی رشید احمد صاحبؒ جو کہ تمام ظاہری اور باطنی کمالات کے جامع ہیں۔ میری طرح بلکہ مجھ سے بڑھ کر شمار کرے۔ اگرچہ معاملہ برعکس ہے وہ میری جگہ اور میں ان کی جگہ ہوں۔ ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کیونکہ ان جیسے آدمی اس زمانہ میں نایاب ہیں"

نیز آپ فرمایا کرتے کہ اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ امداد اللہ کیا لائے تو میں قاسمؒ اور رشیدؒ کو پیش کر دوں گا کہ یہ لے کر حاضر ہوا ہوں (حیات اشرف)۔

حضرت نانوتویؒ نے ابتدائی تعلیم کے زمانہ میں ذکر کے وقت زبان کے جکڑنے اور قلب پر بوجھ ہونے کی شکایت کی تو حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا یہ حالت ثقل وحی کا نمونہ ہے۔ انشاء اللہ علم نبوت سے آپ کو حصہ ملے گا۔ (اول الاعمال ص ۳۹)

امیر شاہ خاں صاحب مرحوم و مغفور فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ

حضرت حاجی صاحبؒ کی مجلس میں مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ اور ان کے مناقب بیان کئے جا رہے تھے۔ حضرتؒ نے مولانا نانوتویؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ مولانا اسماعیلؒ تو تھے ہی کوئی ہمارے اسماعیل کو بھی دیکھے۔ (ارواح ثلاثہ ص۲۷۷)۔

حضرت نانوتویؒ کا مقام اکابرینِ امت کی نظر میں

حضرت گنگوہیؒ نے آپ کے انتقال پر فرمایا تھا۔ اگر میرے پاس ایک چیز نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا وہ چیز تعلق مع اللہ ہے (الافاضات الیومیہ جلد ۳ ص۲۲۶) نیز آپ کو مجتہد وقت کہا کرتے۔ (کمالات اشرفیہ ص۲۲۶) حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ شجرہ چشتیہ عالیہ امدادیہ میں آپ سے سلسلہ بیعت رکھنے والوں کے توسل کے لئے فرماتے ہیں۔

بحق رہنمائے اہل تحقیق — امام اہل حق اولاد صدیق
ملاذ خاص و عام از نقص ایماں — پناہ ہر امیر نفس و شیطان
بآں کو شد محمد قاسمش نام — فیوض غیب را بر جملہ قسّام

(مناجات مقبول) ص۲۲۴

نیز آپ کے علم کے بارے میں فرمایا۔ آج صبح کی نماز میں سورہ مزمل پڑھ رہا تھا کہ اچانک علوم کا اتنا عظیم الشان دریا میرے قلب کے اوپر گزرا کہ میں تحمل نہ کر سکا قریب تھا کہ میری روح پرواز کر جاتی مگر وہ دریا بہہ ایک دم آیا ایک دم نکل گیا۔ نماز کے بعد غور کرنے پر

منکشف ہوا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ ان ساعتوں میں میرٹھ میں میری طرف متوجہ ہوئے تھے۔ یہ ان کی توجہ کا اثر تھا۔ پھر فرمایا اللہ اکبر جس شخص کی توجہ کا یہ اثر ہے کہ علوم کے دریا قلب میں موجیں مارنے لگیں اور تحمل دشوار ہو جائے تو خود اس شخص کے قلب کی وسعت و قوت کا کیا حال ہوگا۔ جس میں وہ خود علم سمائے ہوں اور وہ کس طرح ان علوم کا تحمل کئے ہوئے ہوگا۔

نیز مولانا موصوف نے فرمایا ایک مرتبہ میں نے کسی مسئلہ کے متعلق حضرت قدس سرہ سے سوال کیا۔ اس وقت مولاناؒ پر خاص کیفیت طاری تھی اس مسئلہ پر تقریر شروع کی الفاظ بھی غیر مانوس اور غیر مستعمل اور معانی بھی غیر جیسے میں کچھ بھی نہ سمجھا۔ میں نے کہا کچھ نازل ہو کر تقریر فرمائیے۔ اس مرتبہ لفظاً مانوس مگر معانی غیر مانوس اور قطعاً بلند تھے جسے میں کچھ بھی نہ سمجھا۔ میں نے پھر عرض کیا میں نہیں سمجھا۔ پھر اس سے اتر کر تقریر فرمائی جو قریب الی الفہم آ گئی۔ مگر میں پھر بھی نہیں سمجھا پھر عرض کیا تو فرمایا مولانا پھر کسی وقت پوچھئے گا۔ (امیر الروایات فی حبیب الحکایات)

مکہ معظمہ میں مشہور بزرگ حضرت خلیل پاشا مہاجر مکیؒ نے حضرت حکیم الامتؒ سے ہندی علماء کی تعریف کی کہ ان میں طمع دنیا نہیں ہوتی اور متقی ہوتے ہیں۔ حضرت حکیم الامتؒ نے دریافت کیا کہ کن کن ہندی علماء سے ملنے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ کا نام بتایا۔ حضرت حکیم الامتؒ نے دل میں کہا بھلا پھر کیوں نہ تعریف

کرہیں (اشرف السوانح ج ۱ ص ۲۰۳)

حضرت حکیم نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب شیفتہؒ کی عادت تھی کہ جب حضرات اکابر دیوبند تشریف لاتے تو مراقب ہو کر نسبت کی ٹوہ میں لگ جاتے۔ حضرت نانوتویؒ کی حاضری پر امو جان سے خطاب کر کے فرمایا کہ میں نے بڑے بڑے لوگ دیکھے ہیں۔ لیکن مولانا کی نسبت کا تو کہیں پتہ ہی نہیں (روایات الطیب) حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں رازی اور غزالی پیدا ہونا بند ہو گئے مگر بالکل غلط ہے ہمارے حضرات رازی اور غزالی سے کم نہ تھے، علوم میں بھی کمال میں بھی بات یہ ہے کہ حیات میں قدر نہیں ہوتی۔ مرجانے کے بعد رحمۃ اللہ علیہ۔ اور پچاس برس گزر جانے کے بعد قدس سرہٗ ہو جاتے ہیں۔ اور اس تماثل سے معلوم ہونے کا بڑا اچھا معیار ہے۔ ان کی تحقیقات کو بھی دیکھ لیا جائے۔ اس سے بھی معلوم ہو جائے گا۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۲ ص ۲۹۹)

مرشدنا حضرت حکیم الامتؒ یہ بھی فرماتے کہ اگر ان کی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کیا جائے اور یہ نہ بتایا جائے کہ کس کی تصنیف ہے تو لوگ امام غزالیؒ اور امام رازی کی تصنیف سمجھیں۔

حضرت نانوتوی سرسید احمد خاں کی نظر میں

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ۔ اگرچہ حضرت نانوتویؒ اور

سرسید کلاس فیلو تھے۔ دونوں ایک ہی استاد حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کے شاگرد تھے۔ مگر بعد میں سرسید نے دینی مسائل میں اختراع اور جدت اختیار کی جس سے مسائل میں اختلاف رہا۔ اور یہ اختلاف "مکاتیب بنام سرسید" کے نام سے چھپا ہے۔ مگر حضرت نانوتویؒ کے انتقال پر سرسید کے تعزیتی الفاظ مقالات سرسید سے نقل کئے جاتے ہیں۔

"افسوس ہے کہ جناب ممدوح مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ۱۵؍اپریل ۱۸۸۰ء کو ضیق النفس کی بیماری میں انتقال فرمایا۔ زمانہ بہتوں کو رو یا ہے اور آئندہ بھی بہتوں کو روئے گا۔ لیکن ایسے شخص کے لئے رونا جس کے بعد اس کا کوئی جانشین نظر نہ آئے۔ نہایت رنج و غم اور افسوس کا باعث ہے۔ زمانہ تحصیل میں جیسے کہ وہ ذہانت، عالی دماغی، فہم و فراست میں معروف و مشہور تھے۔ ویسے نیکی اور خدا پرستی میں بھی زبان زد اہل فضل و کمال تھے۔ ان کو جناب مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ کی صحبت نے اتباعِ سنت پر بہت راغب کر دیا تھا۔ اور حاجی امداد اللہ کے فیض صحبت نے ان کے دل کو نہایت عالی مرتبہ کا دل بنایا تھا۔ خود بھی پابند شریعت تھے۔ اور دوسروں کو بھی پابندِ شریعت و سنت کرنے میں زائد از حد کوشش کرتے تھے۔ بایں ہمہ عام مسلمانوں کی بھلائی کا ان کو خیال تھا۔ مسائل خلافیہ میں بعض لوگ ان سے ناراض تھے مگر جہاں تک ہماری سمجھ ہے مولانا مرحوم کے کسی فعل کو خواہ کبھی سے

ناراضی کا ہو خواہ کسی سے خوشی کا ہو کسی طرح ہوائے نفس یا ضد یا عداوت
پر محمول نہیں کر سکتے۔ ان کے تمام کام اور افعال جس قدر تھے بلاشبہ
للّٰہیت اور ثواب آخرت کی نظر سے تھے اور جس بات کو وہ حق اور سچ
سمجھتے تھے اس کی پیروی کرتے تھے۔ ان کا کسی سے ناراض ہونا صرف
خدا کے لئے تھا۔ اور کسی سے خوش ہونا بھی خدا کے واسطے تھا۔ کسی کو
مولانا موصوف اپنے ذاتی تعلقات کے سبب اچھا یا برا نہیں جانتے
تھے بمسئلہ حب للّٰہ اور بغض للّٰہ ان کے برتاؤ میں تھا۔ ان کی تمام
خصلتیں فرشتوں کی سی خصلتیں تھیں۔ ہم اپنے اپنے دل سے ان کے
ساتھ محبت رکھتے تھے۔ اور ایسا شخص جس نے ایسی نیکی سے اپنی زندگی
بسر کی ہو، بلاشبہ نہایت محبت کے لائق ہے۔" (ماخوذ برصغیر کے اسلامی
مدارس اور معاشرے پر ان کے اثرات مؤلفہ شمس الاسلام حضرت مولانا
شمس الحق صاحب افغانی دامت برکاتہم۔ ماہنامہ البلاغ کراچی۔
ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ)

حضرت حکیم الامتؒ اور حضرت حجۃ الاسلام

حضرت حکیم الامتؒ کو اپنی طالب علمی کے زمانہ میں حضرت نانوتویؒ
کی زیارت کا اکثر موقع ملا۔ لیکن حضرت حکیم الامتؒ کے دیوبند پہنچنے
کے ایک سال بعد ہی حضرت حجۃ الاسلام کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے خاص
خصوصیت پیدا ہونے کا موقع نہ تھا۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب

مجذوبؒ تحریر فرماتے ہیں۔
تاہم احقر نے حضرت والاؒ سے بعض ایسے واقعات سنے ہیں جن
سے مولانا کی عنایت خاص مترشح ہوتی ہے کیونکہ عادۃً ایسا معاملہ
اسی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جس کے ساتھ کچھ خصوصیت ہو۔
مثلاً ایک بار ازراہِ شفقت دریافت فرمایا کونسی کتابیں پڑھتے ہو
حضرت حکیم الامت پر اس قدر رعب و ادب غالب ہوا کہ کتابوں کے
نام بھول گئے۔ پھر مولاناؒ نے دوسری باتیں شروع کیں تاکہ ہیبت کا اثر
کم ہو جائے۔ اور حضرت حکیم الامتؒ کی طبیعت کھل جائے چنانچہ فرمایا
ایک ہوتا ہے پڑھنا اور ایک گننا۔ محض پڑھنا کافی نہیں گننے کی ضرورت
ہے پھر ایک مثال بیان فرمائی۔ ایک حافظ ہدایہ تھے، مگر سمجھ کر نہ پڑھی
تھی، جنھوں نے سمجھ کر پڑھی تھی، کہا ایک مسئلہ ہدایہ میں ہے۔
حافظ ہدایہ نے انکار کیا کہ یہ مسئلہ ہدایہ میں نہیں میں تو ہدایہ کا حافظ ہوں
مگر جب دوسروں نے کتاب کھول کر عبارت پڑھ کر استنباط کیا تو حافظ
ہدایہ حیران رہ گئے۔ اتنا فرما کر حضرت حکیم الامتؒ سے فرمایا یہ فرق ہے
پڑھنے اور گننے میں۔

۲۔ ایک سیاح دیوبند آئے ان کے لڑکے نے چھتہ کی مسجد میں
قرآن پاک سنایا اس کے بعد حضرت نانوتویؒ نے حضرت حکیم الامتؒ سے
تلاوت کی فرمائش کی جسے حکیم الامتؒ نے پورا کیا۔

۳۔ حضرت ملا محمود صاحب دیوبندیؒ جو بہت حلیم الطبع تھے۔ ایک

طالب علم پر سخت ناراض ہوئے اور گھونسہ مارا مگر طالب علم کے فوراً اٹھنے کے سبب خود ان کے ہاتھ پر چوٹ آئی جس سے اور غصہ آیا اس لئے مارنے کھڑے ہوگئے، تو طالب بھاگا تو انہوں نے اپنا جوتا اتار کر مارا حضرت حجۃ الاسلامؒ قریب ہی دیکھ رہے تھے۔ حضرت حکیم الامتؒ سے دریافت حال کیا۔ اور فرمایا میں سمجھتا تھا کہ ملا صاحب میں تین عنصر ہیں آب، باد، خاک۔ چوتھا عنصر نار ہے ہی نہیں مگر آج معلوم ہوا کہ نہیں چاروں عنصر موجود ہیں۔ اور واقعہ سن کر بہت ہنسے (اشرف السوانح ج ۱ ص ۲۲۵)۔

حضرت حکیم الامتؒ ازراہ عقیدت اور شوق تحصیل علوم حضرت نانوتویؒ کے درس جلالین میں شرکت فرماتے۔ حالانکہ تقریر اس قدر مشکل ہوتی تھی کہ کچھ سمجھ نہ آتی تھی[1] (اشرف السوانح ج ۱ ص ۳۲۶)

چونکہ حضرت حکیم الامتؒ کو حضرت نانوتوی قدس سرہ سے استفادہ واستفاضہ کا کم موقع ملا۔ اس لئے احقر کو حضرت حکیم الامتؒ کی تصانیف مواعظ حسنہ اور ملفوظات بہت کم ملے۔ تاہم جو کچھ جمع ہوگئے وہ موتیوں سے کم نہیں۔ ع

گوہر شناس ہے تو انہیں موتیوں میں تول

---

[1] کیونکہ اس وقت حضرت تھانویؒ بچے تھے اور ابتدائی کتب پڑھتے تھے۔

علوم و معارف

(۱) لطیفہ کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ

فرمایا: کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ پر مجھے مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا لطیفہ یاد آیا کہ مولاناؒ کا معمول تھا کہ امراء کو تو چٹنی ساگ پات کھلاتے تھے۔ اور غرباء کو پلاؤ زردہ اور مرغن کھلاتے۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا قاعدہ ہے کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ نئی چیز مزے دار ہوتی ہے۔ تو میں اپنے مہمانوں کو نئی چیز کھلانا چاہتا ہوں تاکہ لذت زیادہ آئے پس امراء کے لئے تو یہ معمولی کھانے جدید ہیں مرغن تو وہ اپنے گھر میں ہر روز کھاتے ہیں اور غرباء کے لئے مرغن کھانے جدید ہیں۔ یہ تو مولانا کا لطیفہ تھا۔ ورنہ اصل وجہ یہ تھی کہ مولانا کے دل میں غرباء کی وقعت امراء سے زیادہ تھی۔ (اصلاح ذات البین ص
الافاضات الیومیہ ج ص ۲۶۲، راحت القلوب ص ۲)

(۲) نرمی سے نصیحت

فرمایا مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا واقعہ ہے کہ ایک خاں صاحب مولاناؒ کے بڑے دوست تھے، مگر لباس ان کا خلاف شریعت تھا۔ اور وہ جمعہ کے

روز مولانا ہی کے پاس آکر غسل کرتے، کپڑے بدلتے اور جمعہ پڑھتے اور انداز سے یہ معلوم تھا کہ پکے آدمی ہیں کہنے سے نہ مانیں گے۔ مولاناؒ نے ایک جمعہ کو ان سے فرمایا کہ میاں آج دو جوڑے لیتے آئیے۔ ہم بھی تمہاری وضع کا لباس پہنیں گے۔ وہ صاحب بے حد متاثر ہوئے اور عرض کیا کہ خدا نہ کرے آپ مجھ خبیث کی وضع پر رہیں۔ آپ ہی مجھ کو ایک جوڑہ دیجئے، میں اس کو پہنوں گا۔ اور ہمیشہ کے لئے اس لباس سے توبہ کرلی حق تعالیٰ نے نرمی میں خاصہ رکھا ہے جذب کا (الافاضات الیومیہ ص ۲۳/۲)

اس لئے ہمیشہ نرمی سے نصیحت کرنا چاہیئے۔ شیخ سعدی مرحوم نے سچ فرمایا ہے کہ ؎

درشتی و سختی نیاید بکار — بنرمی زآید ز سوراخ مار

(۳) اہل اللہ کو دنیا عزت سے ملتی ہے

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا فرمانا یاد آگیا کہ دنیا ہمیں بھی ملتی ہے اور امراء کو بھی مگر اتنا فرق ہے کہ ہم کو عزت کے ساتھ ملتی ہے اور ان کو ذلت کے ساتھ۔ مگر اس استغناء کا حاصل اپنی عزت کی حفاظت ہے نہ کہ امراء کی تحقیر کیونکہ کسی کی تحقیر بہت بری بات ہے۔ (الافاضات الیومیہ ص ۲۶/۲)۔

(۴) جسقدر علم بڑھتا ہے تقلید کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے

فرمایا: کہ ایک غیر مقلد نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی تقریر سن کر کہا کہ آپ مجتہد ہو کر تعجب ہے کہ تقلید کرتے ہیں۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ مجھ کو اس سے زیادہ اس پر تعجب ہے کہ آپ غیر مجتہد ہو کر تقلید نہیں کرتے۔ اور میں کہتا ہوں کہ ان بزرگ نے اس سے تقلید کی ضرورت سمجھ لی ہوگی کہ جب اتنا بڑا شخص مقلد ہے تو ہم کس شمار میں ہیں حضرت جس قدر علم بڑھتا ہے تقلید کی ضرورت زیادہ محسوس ہوتی جاتی ہے اس لئے ان کے سامنے ایسے مواقع بہت آتے ہیں۔ جہاں اپنی رائے کام نہیں دیتی (الافاضات الیومیہ ص ۱۴۲/۲)۔

(۵) شانِ مسکنت و غربت حضرت نانوتویؒ

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی ایک طالبعلم نے دعوت کی، آپ نے فرمایا کہ ایک شرط سے منظور ہے کہ خود کچھ مت پکانا گھر دال میں جو تمہاری روٹیاں مقرر ہیں وہی ہم کو بھی کھلا دینا۔ اس نے منظور کرلیا۔ یہ ہے شان مسکنت اور غربت اور انکساری اور عاجزی کی کہ اتنا بڑا شخص اور اس طرح اپنے کو مٹائے ہوئے تھا۔ (الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۱۹)۔

(۶) شانِ استغنا

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا قصہ ہے بریلی کے ایک رئیس نے غالباً چھ ہزار روپیہ پیش کیا کہ کسی نیک کام میں لگا دیجئے فرمایا کہ لگانے کے بھی تم ہی اہل ہو تم ہی خرچ کر دو اس نے عرض کیا کہ میں کیا اہل ہوتا. فرمایا میرے پاس اس کی دلیل ہے وہ یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اہل سمجھتے تو مجھ کو ہی دیتے. تبسم فرماتے ہوئے حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ اس کا جواب تو تھا کہ حضرت! اللہ میاں دے تو رہے ہیں (الاضافات الیومیہ صہ ۱۹۹/۴)۔

(۷) محقق کی قسمیں

فرمایا: آجکل درویشوں کی دو قسمیں ہیں ایک محق ایک مبطل۔ پھر محق کی دو قسمیں ہیں ایک محقق ایک غیر محقق. باستثناء محققین کے کہتا ہوں کہ آج محق بھی اس کی کوشش کرتے ہیں کہ امراء سے تعلق ہو سیار جو وہ اہل حق ہیں، دوکاندار نہیں، مگر پھر بھی اس کی کوشش کرتے ہیں کہ امرا سے تعلق ہو گو ان کی نیت بری نہیں مگر پھر بھی اس مذاق کا ضرر زیادہ اس لئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اس سے بہت سختی کے ساتھ نفرت رکھتے تھے۔ لوگوں کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں سے تعلق رکھنے میں گو حبِّ دنیا بھی نہ ہو تب بھی بڑا مفسدہ ہے جس کا بکثرت مشاہدہ

رہا ہے۔ (الاضافات الیومیہ صہ ۲۱۲/۴)۔

مثلاً وہ علماء کو دل سے حقیر سمجھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ علماء ہمارے محتاج ہیں اور ہمارے پاس دنیا ہے۔ اس لئے وہ ہماری خوشامد کرتے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت اہل دنیا اہل دین کے محتاج ہیں۔ اہل دین بجز اللہ کے کسی کے محتاج نہیں۔

(۸) اصلاح رعایت سے نہیں ہوتی

فرمایا: کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا یہ مقولہ سنا ہے کہ جس کا پیر پٹرا نہ ہو۔ اس مرید کی اصلاح ہو نہیں سکتی. مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ بڑے نازک مزاج تھے۔ عالی خاندان تھے۔ دیوبند پڑھنے آئے۔ مولاناؒ نے دیکھا کہ صلاحیت ہے ان میں عالی دماغ ہیں۔ اب تربیت بھی ساتھ ساتھ شروع فرمادی۔ حضرت ان کو چاہتے بہت تھے۔ مگر اصلاح میں ذرا رعایت نہ کرتے تھے۔ کوئی جولاہا آتا دعوت کرنے فرماتے ایک لڑکا بھی ساتھ ہوگا. وہ خوشی سے قبول کر لیتے۔ کہیں چٹائی پر بیٹھ کر اور کہیں کمبل پر بیٹھ کر روٹی کھانی پڑتی۔ اس میں ترکِ تکلف کی عادت ڈالنا مقصود تھی ایک گاؤں والا ایک گاڑھے کا تھان حضرت مولاناؒ کے واسطے لایا۔ حضرتؒ نے درزی کو بلا کر فرمایا کہ اس میں سے اس لڑکے کے واسطے کرتہ پاجامہ قطع کر کے سی دو۔ ان کو یہ معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کسی نے بندوق ماردی ہو مگر پھر بھی پہننا پڑا اور سب تکلف طبیعت سے رخصت ہوا۔ مگر۔ گو لطافت

اس وقت بھی رہی۔ لطافت تو فطری چیز ہے مگر کبر کا نام ونشان نہ تھا۔ غرض اصلاح اس طرح ہوتی ہے۔ اور گو اس متشددانہ طریق سے اصلاح کرنے کی ہمارے بزرگوں میں کثرت نہ تھی۔ مگر اس وقت اس کی بھی ضرورت نہ تھی کیونکہ پہلے طالبوں کی طبیعت میں سلامتی تھی اور اب نہیں۔ فرق کی وجہ یہی ہے۔ (الافاضات الیومیہ صفحہ ۲۸ ج ۳)۔

اس ملفوظ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے امراء علم دین کے لئے کتنی صعوبتیں برداشت کرتے تھے۔ اب تو مدارسِ دینیہ میں امراء کی اولاد کا نام ونشان بھی نظر نہیں آتا۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا   اور کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

مقولہ۔ پیر سرانہ ہو۔ کی بابت حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا نے ایک لفظ میں حقیقت کو بتلا فرمادیا۔ یہ ان بزرگوں کی رائے ہے۔ جو مجسم اخلاق تھے۔ (الافاضات الیومیہ صفحہ ۱۰۳، ۱۰۵ ج ۲)

(۹) اہل محبت کی بے چینی برداشت نہیں ہوتی

فرمایا: اہل محبت کے باب میں میری طبیعت حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ جیسی ہے۔ کسی اہل محبت کی بے چینی اور بے قراری برداشت نہیں ہوتی۔ یہی حضرتؒ کی حالت تھی کہ کسی اہل محبت کی بے چینی برداشت نہ فرماتے تھے۔ بشرطیکہ خلاف شریعت نہ ہو ——
اور اگر خلاف شریعت ہو تو ایسی تیسی میں جائیں محبت اور اہل محبت

بھی (الافاضات الیومیہ، صفحہ ۱۱۳ ج ۲)

(۱۰) گریہ کے لئے سامان

گریہ کے مضمون پر ایک صاحب نے شیعوں کی مجالس کا ذکر کیا کہ وہ رونے ہی کو ذریعۂ نجات سمجھتے ہیں اور اس کے لئے سامان مہیا کرتے ہیں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ وہ رنج ہی کیا ہوا جو اتنے سامان کے بعد رونا آوے (الافاضات الیومیہ صفحہ ۲۶ ج ۲)۔

(۱۱) تواضع حضرت نانوتویؒ

فرمایا حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ میرٹھ میں مثنوی شریف پڑھاتے تھے۔ ایک درویش بھی شریک ہوتے تھے۔ کئی روز مثنوی سن کر کہتے ہیں کہ مولانا اگر درویش ہوتے تو کیا اچھا ہوتا۔ انہوں نے ایک روز محبت سے کہا کہ میں آپ کو توجہ دینا چاہتا ہوں۔ ذرا بیٹھ جائیے۔ ان کی نیت یہ تھی کہ کیفیت محمودہ کا مولاناؒ پر القاء کریں۔ حضرت مولاناؒ براہ تواضع بیٹھ گئے۔ وہ متوجہ ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر میں گھبرا کر کہنے لگے کہ حضرت بڑی گستاخی ہوئی۔ معاف کیجئے۔ مجھ کو کیا خبر تھی کہ آپ کتنی دور پہنچے ہوئے ہیں اس سلسلہ میں فرمایا کہ ایک صاحب سے جنہوں نے مولانا موصوف اور حضرت حاجی صاحبؒ کا درسِ مثنوی سنا تھا کسی نے پوچھا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حاجی صاحبؒ کے مثنوی پڑھانے میں کیا فرق ہے۔ کہا کہ حضرت

حاجی صاحبؒ تو مثنوی پڑھاتے تھے اور مولانا نہ معلوم کیا پڑھاتے تھے
عجیب جواب ہے۔ دونوں پہلو نکل سکتے ہیں۔ ایک اور درویش نے
کہا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا مثنوی پڑھانا ایسا ہے کہ مکان کے
اندر سے جا کر کھڑا کر دیا کہ خود دیکھ لو (الافاضات الیومیہ ص۲۹۹ ج ۲)۔

(۱۲) مشتبہ مال سے بچنے کا اہتمام

فرمایا کہ بزرگوں نے مشتبہ مال سے بچنے کا بڑا اہتمام کیا ہے۔ حضرت
مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی ایک شخص نے دعوت کی۔ کھانا مشتبہ تھا۔ آپ
نے اس کی دلجوئی کے لئے کھا تو لیا مگر گھر پر آکر قے کر کے سب نکال دیا
اس پر ایک طالب علمانہ شبہ ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ تناول کا ارتکاب تو ہو
ہی چکا تھا۔ جو مذموم ہے۔ پھر ایسا کرنے سے کیا نفع ہوا۔ جواب یہ ہے کہ
ایک تو فعل ہے کھانا وہ تو بیشک واقع ہو چکا مگر دوسری چیز ہے جزو بدن
بننا۔ جزو بدن بننے سے جو ظلمت ہوتی اس سے بچاؤ کیا۔ جیسا حضرت سیدنا
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بے خبری میں اجرت کہانت کا دودھ پی لیا
تھا۔ جس پر کوئی مواخذہ نہ تھا، مگر پھر بھی خبر ہونے کے بعد قے کر دی۔ اس
کا بھی یہی نفع تھا۔ حدیث كُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ اَوْلیٰ بِہٖ
(جو گوشت حرام مال سے پیدا ہوا ہے اس کے لئے آگ ہی بہتر ہے)۔
میں اس طرف اشارہ بھی ہو سکتا ہے۔ باقی رہا مشتبہ کھانے کا تو وہ فتویٰ
سے حرام نہ تھا۔ دلجوئی کی مصلحت اس میں بھی کراہت پر راجح تھی، بہار

جزو بدن بننے کے متعلق ایک ضروری تنبیہ ہے کہ اگر حرام کا تناول بقصد
نہ ہو تو محض جزو بدن بن جانا موجب نار نہیں پھر اشارہ کی حقیقت یہ ہوگی
کہ گو یہ خود معصیت نہ ہو مگر اس سے اب مادہ پیدا ہوگا کہ وہ معصیت کی
طرف داعی ہوگا۔ سو اگر مقادم قوی نہ ہو تو بواسطہ صدور اختیاری کے نار
کے لئے موجب ہو جائے گا۔ (الافاضات الیومیہ ص۳ ج ۲)۔

(۱۳) حضرت حاجی صاحبؒ سے محبت

فرمایا ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی پڑھنا
پڑھانا تو اور چیز ہے مگر بیعت تو ہوں گے حضرت امدادؒ ہی سے۔ حضرت
مولانا کو حضرت کے ساتھ عشق کا درجہ تھا۔ (الافاضات الیومیہ ص۵ ج ۳)۔

(۱۴) نبیح الدین نام رکھنا

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوتا تھا
جس کو لوگ بنیا بنیا کہتے تھے۔ ایک دفعہ اس نے مولانا سے درخواست
کی کہ میرا ایک خط لکھ دیجئے۔ مولانا نے خط لکھ دیا۔ جب اس کا نام لکھنے
لگے تو اس نے کہا، بنیا نہ لکھئے، نبی الدین لکھئے۔ مولانا نے مزاحاً فرمایا نہیں
نبیح الدین ہوگا۔ اور یہ نباح سے مشتق ہے۔ جس کے معنی بھونکنے کے
ہیں مگر اس کو تو لغت کی کچھ خبر نہ تھی۔ وہ اس کو گاتا پھرتا تھا کہ میرا نام
نبیح الدین ہے مجھے بنیا نہ کہا کرو۔ لوگ ہنستے تھے کہ بے وقوف یہ تو برا

نام ہے ۔ وہ کہتا واہ مولاناؒ نے میرا نام یہی لکھا ہے (رجمان الطایل ص)

(۱۵) فنِ تعبیر میں مہارت

فرمایا ایک زمانہ میں مولانا محمد منیر صاحب نانوتویؒ نے سرکاری اسکول میں ملازمت کے لئے گورنمنٹ کے یہاں درخواست دے رکھی تھی۔ اسی زمانہ میں خواب دیکھا کہ بریلی سے کچھ بلین ان کے مکان کی طرف آرہی ہیں یہ خواب مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے عرض کیا۔ فرمایا اگر مٹھائی کھلاؤ تو اور تعبیر ہے اور مٹھائی نہ کھلاؤ تو اور تعبیر ہے۔ انہوں نے مٹھائی کا وعدہ کیا تو فرمایا جاؤ تم بریلی میں بیس روپے کے ملازم ہو جاؤ گے۔ اس کی حقیقت پوچھنے پر فرمایا کہ لفظ بط کے عدد فارسی کے اعتبار سے گیارہ ہیں اور اس میں ط مشدد ہے۔ میں نے اس کو مکرر کرکے بیس سے تعبیر دی اور معبر کو یہ اختیار ہے چاہے مکتوبی حروف کا اعتبار کرے یا ملفوظی کا۔

(استمداد التوبہ ص۱۳)

(۱۶) غالب علی الاخلاق

فرمایا: ایک صالح شخص کو محض تذکرہ سے لوگوں نے ایک مردار کا عاشق بنا دیا۔ پھر اس شخص نے حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمد قاسمؒ سے مشورہ کیا کہ میں اس عورت سے نکاح کر لوں یا نہیں۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ ہرگز نکاح نہ کرو، تم شریف خاندانی ہو

اور وہ بازاری عورت ہے اس سے نسل پر بُرا اثر پڑے گا۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے یہ مشورہ دیا کہ نکاح کر لو۔ مولانا اس شخص کی حالت سے متاثر ہو گئے۔ اور یہ سمجھے کہ اس کی یہ بے قراری جبھی زائل ہوگی جب کہ اس سے نکاح کرے گا۔ اس واسطے مولاناؒ نے نسل کی خرابی پر نظر نہ کی۔ کامل الاخلاق دونوں تھے اور دونوں اس کی حالت سے متاثر ہوئے مگر ایک غالب علی الاخلاق تھے۔ ایک مغلوب علی الاخلاق تھے۔ اور یہ امر غیر اختیاری ہے۔ اس میں کسب کو دخل نہیں۔ حق تعالیٰ جس کو چاہیں غالب علی الاخلاق کر دیتے ہیں۔ اور جس کو چاہیں مغلوب علی الاخلاق کر دیتے ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ ایک ہی شخص ایک خلق پر غالب اور دوسرے خلق سے مغلوب ہوتا ہے۔ یہ بھی غیر اختیاری ہے۔ اور گو کمال یہ ہے کہ سالک غالب علی الاخلاق ہو، مگر یہ کمال غیر اختیاری ہے اس لئے اس میں ایک کو دوسرے پر رشک نہ کرنا چاہئے۔ (عمم الصنوف عن رغم الانوف ص۲۶)

(۱۷) تواضع لباس

فرمایا حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی یہ حالت تھی کہ لباس ایسا پہنتے تھے جس سے کوئی نہ سمجھ سکے کہ یہ عالم ہیں۔ نہ عبا پہنتے تھے نہ چوغہ نہ ململ پہنتے تھے۔ نہ تنزیب بلکہ گاڑھا مارکین آپ کا لباس تھا اور اسی لباس سے آپ بڑے بڑے مجمعوں میں تشریف لے جاتے تھے مگر آپ کے سامنے سارے عبا اور جبہ والے دھرے رہ جاتے تھے۔

آپ ہی کا نام چمکتا تھا اور کسی کو کوئی پوچھتا بھی نہ تھا۔ مباحثہ شاہجہانپور
میں جو مخالفین اسلام کے مقابلہ میں بڑا عظیم الشان مناظرہ تھا۔ بڑے
بڑے عبا قبا والے موجود تھے اور حضرت مولاناؒ اسی معمولی کرتہ اور لنگی
میں تھے مگر جب آپ نے تقریر کی تو عوام پر اتنا اثر تھا کہ شاہجہان پور
کے ہندو مہاجن اور بنئے یہ کہتے تھے کہ نیلی لنگی والا مولوی جیت گیا۔
ایسی تقریر کی جیسے دریا بہتا ہے۔ کسی کو اس کی بات کا جواب نہیں آیا
نیز مولاناؒ کی یہ بھی عادت تھی کہ سفر میں اپنا نام کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے
اور ساتھیوں کو بھی ممانعت تھی کہ کسی پر نام ظاہر نہ کریں اور اگر کوئی آپ
ہی سے پوچھتا کہ جناب کا نام کیا ہے۔ فرماتے خورشید حسین کیونکہ آپ
کا تاریخی نام یہی ہے مگر اس نام سے لوگ واقف نہ تھے۔ اس لئے کوئی
نہ سمجھتا کہ مولانا محمد قاسم صاحب یہی ہیں۔ اور اگر کوئی وطن کا نام پوچھتا تو الٰہ آباد
فرماتے نانوتہ کا نام نہ لیتے۔ رفقاء نے کہا حضرت آپ کا وطن الٰہ آباد کدھر
سے ہو گیا۔ یعنی یہ تو کذب ہے۔ فرمایا نانوتہ بھی خدا ہی کا آباد کیا ہوا ہے
پس لغۃً ہر بستی الٰہ آباد ہے۔ یعنی کذب لازم نہ آیا بلکہ توریہ ہوا۔ (فی
المعاریض مندوحۃ عن الکذب کما رقم حضرت مولانا ظفر احمد
عثمانی۔ دامت برکاتھم فی الحاشیہ) ۔ الفاظ القرآن ص۱۷

(۱۸) ایک شعر برموقع عجیب

فرمایا:- ؎

جو تھے مژگاں پہ خون سب وہ خار دلنشین نکلے
جنوں پہ کیسے تیر نشتر کہیں ڈوبے کہیں نکلے

مولانا محمد قاسم قدس اللہ سرہٗ نے اس شعر کو ایک عجیب موقع پر لکھا
ہے، بعض فرق باطلہ کا مذہب ہے کہ استدبار بالمرأۃ (دبر سے وطی کرنے
سے) بھی حمل قرار پاتا ہے۔ مولاناؒ نے اس پر لکھا ہے کہ واقعی کیوں نہ ہو
اس کی وہی مثال ہے ؎

جو تھے مژگاں پہ خون سب وہ خار دلنشین نکلے
جنوں پہ کیسے تیر نشتر کہیں ڈوبے کہیں نکلے (الاستقامۃ ص۲۵)

(۱۹) قرآن پاک کی بلاغت

فرمایا قرآن کی کیا بلاغت ہے کہ نہایت پاکیزہ پیرایہ میں اس کو بیان
کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ۔ یعنی مسیح علیہ السلام
اور ان کی والدہ خدا کیسے ہوتے۔ یہ دونوں تو کھانا کھاتے تھے۔ اس میں
اول تو یہ بات بتلائی کہ کھانے والا بھوک سے عاجز ہو کر غذا کا محتاج
ہوتا ہے اور خدا محتاج و عاجز نہیں ہوتا۔ دوسرے اس میں اس طرف
بھی اشارہ ہے کہ کھانا کھانے والے کو بول و براز کی حاجت ہوتی ہے۔ اور
بول و براز کرنے والا خدا کیا ہوتا۔ خدائی کی شان کے لائق یہی حرکات ہیں۔
تو دیکھئے حالت بول و براز کو کیسے لطیف پیرایہ میں اشارۃً ادا فرمایا صراحۃً
ذکر نہیں کیا۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ایک عیسائی کے سامنے یہ

مضمون پیش کیا تو اس نے کہا کہ پیشاب پاخانہ کا نام نہ لو حضرت مسیح علیہ السلام کے ذکر میں ایسی گندی باتیں لانا بے ادبی ہے۔ مولانا نے کہا پیشاب پاخانہ کا نام بے ادبی ہے تو بول و براز سہی۔ الفاظ کے بدلنے سے حقیقت نہیں بدل جائے گی۔ اس حقیقت کا وجود الوہیت کے منافی ہے (ادوج قنوج صہ ۱۹)۔

(۲۰) بیٹے کی اصلاح

فرمایا ہمارے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے پاس بھی کپڑوں کی کوئی گٹھڑی نہ تھی، نہ کوئی ٹرنک بکس تھا۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے مولانا کی خدمت میں چند ٹوپیاں بھیجیں۔ آپ نے ان کو تقسیم کرنا شروع کر دیا صاحبزادہ نے والدہ صاحبہ کی وساطت سے ایک ٹوپی مانگ لی خود نہیں کہا۔ فرمایا ہاں تو بھی ایسی ٹوپی پہنے گا۔ ایسا دماغ بگڑا ہے اب یہ تکلف سوجھے گا۔ دیکھ تو میں کیسی ٹوپی پہنتا ہوں اور ان کے کپڑوں کی گٹھڑی دیکھی تقدیر سے صاحبزادہ کی گٹھڑی بھڑکدار نکلی۔ آگ بگولہ ہو گئے کہ اوہو اس بھڑکدار گٹھڑی میں آپ کا لباس رکھا جاتا ہے۔ کپڑے تہ ہوتے ہیں۔ یہ اچکن بھی تہ ہوا رکھا ہے۔ غرض سب کپڑوں کو کھول کھول کر صحن میں پھینک دیا۔ جب متبعین کی یہ حالت ہے۔ تو مقتداؤں (حضرت صحابہ کرامؓ) کی حالت سے کیا تعجب۔ (دستور سہارنپور صہ ۴۱)۔

---

(۲۱) شیخ کے وطن سے محبت

فرمایا: ہمارے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ پر ایسی تواضع کا خاص طور پر مذاق غالب تھا۔ ایک بار مولاناؒ تھانہ بھون تشریف لائے اور آپ کا وعظ ہوا تو مولانا پائنتی بیٹھے تھے اور ہماری قوم شیخ زادہ کو دیکھئے کہ وہ مولانا کے سراہنے بیٹھے تھے۔ مولانا تو قوم کے بھی شیخ زادہ تھے۔ اگر مولانا سراہنے نہ بیٹھتے تو ان لوگوں کو یہ زیبا تھا کہ اس پلنگ کو خالی چھوڑ دیتے اور اس پر کوئی نہ بیٹھتا۔ مگر اللہ بچائے ایسی شیخ زادگی سے بھی کہ کسی کی تعظیم و تکریم نہ کریں۔ مولاناؒ کی یہ خاص شان تھی کہ ان کو اپنے سراہنے کسی کے بیٹھنے سے ذرا بھی ناگواری نہ ہوتی تھی وہ تو قصداً پائنتی کی طرف بیٹھتے تھے مگر بعض کا مذاق دوسرا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ چھوٹوں کے ساتھ چھوٹوں کا سا معاملہ کرنا چاہئے۔ اس سے ان کا دل خوش ہوتا ہے۔ (تاسیس البنیان علی تقوی من اللہ و رضوان صہ ۴۸)۔

(۲۲) ہوائے نفسانی کے لئے بہانہ

فرمایا: کیا کہوں بعض لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ہوائے نفسانی کے لئے بہانہ ڈھونڈا کرتے ہیں۔ جیسے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے شائقان متعہ کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ لوگ متعہ کے لئے بہانہ ڈھونڈتے ہیں جہاں م، ت، ع ان کو ملا انہوں نے متعہ ثابت کیا اور فرمایا کہ اگر

متعہ ایسا ہی سمجھتا ہے، تو شیخ سعدیؒ کے اس شعر میں بھی یہی مراد ہوگا۔ ؎ تمتع زہر گوشۂ یافتم (میں نے ہر گوشہ سے فائدہ اٹھایا) اور میں کہتا ہوں قرآن مجید میں رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ میں بھی یہی مراد ہوگا کہ انسان اور جن آپس میں متع کیا کرتے تھے۔ (دعظ النور ص۲۴)

(۲۳) مطبع میں ملازمت، تواضع

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو ایک صاحب مطبع میں ملازم رکھنا چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا علمی لیاقت تو مجھ میں ہے نہیں، البتہ قرآن کی تصحیح کر لیا کروں۔ اس میں دس روپے دے دیا کرو۔ اللہ اللہ کیا تواضع اور زہد ہے۔ اسی زمانہ میں ایک ریاست سے تین سو روپیہ ماہوار کی نوکری آگئی۔ مولاناؒ جواب میں لکھتے ہیں آپ کی یادآوری کا شکر گزار ہوں مگر مجھ کو یہاں دس روپے ملتے ہیں جس میں پانچ روپے تو میرے اہل وعیال کے لئے کافی ہو جاتے ہیں، اور پانچ روپے بچ جاتے ہیں۔ آپ کے یہاں سے جو تین سو روپیہ ملیں گے۔ ان میں سے پانچ روپے تو خرچ میں آئیں گے اور دو سو پچانوے روپے جو بچیں گے میں ان کا کیا کروں گا۔ مجھ کو ہر وقت یہی فکر رہے گا کہ ان کو کہاں خرچ کروں۔ غرض تشریف نہیں لے گئے۔ اسی کے ساتھ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو بھی لکھا تھا اور سو روپیہ تنخواہ لکھی تھی۔ مولانا نے دوسرا جواب دیا کہ میں آ سکتا ہوں۔ مگر تین سو روپے سے کم میں نہیں

آسکتا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا مولانا ذرا سنبھل کر جواب لکھئے اگر تین سو کی منظوری پر طلبی آگئی تو وعدہ پر جانا ہوگا۔ تو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اس کے ساتھ یہ جملہ بھی بڑھا دیا کہ مگر اس میں ایک شرط ہے یہ کہ جب چاہوں گا یہاں رہوں گا، جب چاہوں گا وہاں رہوں گا۔ وہ رئیس صاحب سمجھ گئے کہ ان حضرات کو آنا ہی منظور نہیں اور واقعی جانا تھوڑا منظور تھا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے یہ بات ظرافت کے طور پر لکھ دی تھی۔ اللہ اکبر کس قدر استغناء تھا، ان حضرات میں واقعی اہل اللہ کو مال کی کثرت سے بھی بار ہوتا ہے۔ ان کو خیال ہوتا ہے کہ خدا جانے اس کے حقوق ہم سے ادا ہوں یا نہ ہو (خیر المال للرجال ص۴۳)

(۲۴) ناموری کی قیمت کوڑی بھی نہیں

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ایک شادی کے متعلق جس میں بہت زیادہ خرچ کیا گیا تھا، جس میں نیت محض ناموری کی تھی۔ فرمایا کہ خرچ تو خوب کیا لیکن اتنی چیز سے ایسی چیز خریدی کہ جس کو اگر بیچنے لگیں تو پھوٹی کوڑی کو بھی کوئی نہ لے۔ وہ کیا چیز ہے۔ نام۔ (ملفوظات حصہ... به جام جمشید ص۴۴)۔

اکثر تو نام بھی حاصل نہیں ہوتا۔ لوگ کہتے ہیں اتنے بڑے رئیس نے اگر ایسا کیا تو کیا کمال کیا

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے حاصل خواجہ بجز پندار نیست

اگر شریعت پر عمل کریں تو آخرت بھی سدھرتی ہے اور دنیا بھی برباد نہیں ہوتی۔

(۲۵) بھنگیوں کی خدمت

فرمایا: ایک واقعہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا دریافت ہوا کہ ایک درویش مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں امتحان درویشی لینے بڑے تزک احتشام سے آئے۔ بہت سے گھوڑے اور خادم اور بھنگی اور گھسیارے وغیرہ بھی ساتھ تھے۔ مولاناؒ نے سب کی دعوت کی اور شاہ صاحب اوران کے مخصوصین کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ شاہ صاحب کے نوکروں اور بھنگیوں کو اپنے ہاتھ سے اسی شان کے برتنوں میں کھانا کھلایا جیسے برتنوں میں خود کھاتے تھے۔ درویش مولاناؒ کا یہ انکسار اور خلق دیکھ کر مولاناؒ کے کمال کے قائل ہو گئے۔ (شوق اللقاء ص۳۱)۔

(۲۶) اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا جواب اس اعتراض کے متعلق یہ ہے کہ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے تو یہ بتلاؤ کہ وہ شمشیر زن کہاں سے آئے تھے، کیونکہ تلوار خود تو نہیں چل سکتی، تو جن لوگوں نے سب سے پہلے تلوار چلائی ہے یقیناً وہ تو تلوار سے مسلمان نہیں ہوئے تھے، کیونکہ ان سے پہلے تلوار کا چلانے والا کوئی تھا ہی نہیں، تو ثابت ہوا کہ اسلام

تلوار سے نہیں پھیلا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جہاد مدینہ میں آکر شروع ہوا اور اہل مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے آخر ان کو کس تلوار نے مسلمان کیا تھا۔ اور مکہ میں جو لئی سو آدمی مسلمان ہوئے اور کفار کے ہاتھوں اذیتیں برداشت کرتے تھے۔ آخر ان کو کس تلوار نے مسلمان کیا تھا۔ (محاسن الاسلام ص۹۸ ازواج قنوج ص۴۲، الصلاح والاصلاح ص۳۳)۔

کسی نے سچ کہا ہے

کتنا عالمگیر تھا تبلیغ الفت کا فروغ گوشہ گوشہ میں جہاں کے روشنی ہوتی گئی

دراصل اسلام پھیلا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ کے اخلاق سے چنانچہ سیر و تواریخ اس پر شاہد ہیں۔ کما قال سیدی حضرت حکیم الامت تھانویؒ)۔

(۲۷) حضرت نانوتویؒ کا صاحب حال ہونا

فرمایا کہ سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ میرٹھ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے عشاء کے وقت (مسئلہؒ) پوچھا۔ آپ

لہ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے مستفتی کو اس کی عجلت اور جلد بازی کی بناء پر فتویٰ لکھ دیا جو ہجوم مشاغل کے باعث جلدی میں غلط لکھا گیا۔ بعد میں حضرت حکیم الامتؒ کو خیال آیا تو حضرت نے دعا کی اے اللہ میرے ہاتھ سے تو نکل گیا اب تو میری مدد فرما۔ تھوڑی دیر میں وہ شخص آیا کہ حضرت مہر تو لگائی نہیں۔ حضرت نے خدا کا شکر ادا کیا اور مسئلہ درست فرما دیا اور اس سے کہا مہر تو میرے پاس

بقیہ اگلے صفحہ پر

نے اس کا جواب دے دیا۔ مستفتی کے جانے کے بعد ایک شاگرد نے عرض
کیا کہ مجھے یہ مسئلہ یوں یاد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم ٹھیک کہتے ہو اور مستفتی
کو تلاش کرنا شروع کیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس وقت رات زیادہ ہوگئی
ہے۔ آپ آرام فرمائیے۔ ہم صبح ہونے پر اس کو بتلاویں گے لیکن آپ نے
قبول نہیں فرمایا اور اس کے مکان پر تشریف لے گئے گھر میں سے اس
کو بلایا اور فرمایا کہ ہم نے اس وقت مسئلہ بتلایا تھا، تمہارے جانے کے
بعد ایک شخص نے صحیح مسئلہ ہم کو بتلایا اور وہ اس طرح ہے جب یہ فرما
چکے۔ تب چین آیا اور واپس آکر آرام فرمایا تو اس بے چینی کا سبب کیا
نرا علم تھا، ہرگز نہیں۔ یہ صرف حال کا اثر تھا جو صحبت سے عطا ہوا تھا
اسی کو کہتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو — پیش مردے کاملے پامال شو

([illegible] صـ۲۳)

(۲۸) تین البیلی کتابیں

فرمایا: کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرماتے تھے کہ تین کتابیں
البیلی ہیں۔ ایک کلام اللہ، ایک بخاری شریف، ایک مثنوی شریف کہ اُن
کا کسی سے احاطہ نہیں ہوسکا۔ بخاری شریف کے تراجم کی دلالت کہیں
خفی کہیں جلی، سچ یہ ہے کہ اس کا کسی سے احاطہ نہ ہوا۔ ایسے ہی قرآن

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳) نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی ہے۔ اس کے بعد حضرت حکیم الامتؒ
نے دستی فتوی کا جواب چھوڑ دیا۔ بلکہ ڈاک سے جواب دیتے تھے۔

شریف اور مثنوی شریف کا بھی۔ ارواح ثلاثہ صـ۳۱۱)

(۲۹) تکبر کی اصلاح

فرمایا: کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ ہر دینی کام میں سب کے
روح رواں تھے۔ اور نام رکھنے میں ہمیشہ پیچھے رہتے تھے۔ اور جس طالب
علم کے اندر تکبر دیکھتے اس سے کبھی کبھی جوتے اٹھوایا کرتے تھے اور جس
کے اندر تواضع دیکھتے تھے اس کے جوتے خود اٹھالیا کرتے تھے۔

(ملفوظات کمالات اشرفیہ صـ۵۶)

گویا یہ حالت تھی ؎

خاکساروں سے خاکساری تھی — سربلندوں سے انکسار نہ تھا!

(۳۰) حضرت نانوتویؒ کا مجتہد ہونا

فرمایا: کہ ایک بار مولانا محمد قاسم صاحبؒ مولانا گنگوہیؒ سے فرمانے
لگے کہ ایک بات پر بڑا رشک آتا ہے کہ آپ کی نظر فقہ پر بہت اچھی ہے
ہماری نظر ایسی نہیں۔ بولے جی ہاں۔ ہمیں کچھ جزئیات یاد ہوگئیں تو
آپ کو رشک ہونے لگا اور آپ مجتہد بنے بیٹھے ہیں۔ ہم نے کبھی آپ
پر رشک نہیں کیا۔ ایسی ایسی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ وہ انہیں اپنے
سے بڑا سمجھتے تھے اور وہ انہیں۔

(کمالات اشرفیہ صـ۲۳۶)

(۳۱) کافر کا مال لوٹنا

فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کافر کا مال جس طرح ہو لوٹ لو۔ حالانکہ
شریعت نے غدر و سرقہ کو کافر کے ساتھ بھی حرام کیا ہے بلکہ مولانا محمد
قاسم صاحبؒ فرماتے تھے کہ کافر کا حق رکھنے سے تو مسلمان کا حق رکھ
لینا اچھا ہے کہ نیکی اگر جاوے تو اپنے بھائی مسلمان ہی کے پاس جاوے
دشمن کے پاس کیوں جاوے۔ (کمالات اشرفیہ صفحہ ۲۲۶)

نوٹ: مندرجہ ذیل ملفوظات حضرت حکیم الامتؒ سے
منقول نہیں البتہ انھوں نے التفاتِ خاص سے جمع کروائے تھے

(۳۲) قابل تکفیر کون

خاںؒ صاحب[1] نے فرمایا کہ مولانا نانوتویؒ فرماتے تھے کہ اطراف لکھ
میں ایک عالم رہتے تھے، جو بڑے عالم تھے۔ مولانا نے ان کا نام بھی
مگر مجھے یاد نہیں رہا۔ یہ عالم ایک مسجد میں رہتے تھے، اور مسجد کی جنوبی
سہ دری تھی، اس میں پڑھایا کرتے تھے۔ مولوی فضل رسول بدایونی ظہر
نماز یا عصر کی نماز سے پہلے ان کی خدمت میں پہنچے اور ان کو وہ اپنی تحریر
سنائیں جو انہوں نے مولانا شہید کی رد میں لکھی تھیں، اور ان سے اس
تصدیق اور مولانا شہید کی تکفیر چاہی۔ اتنے میں جماعت تیار ہو گئی

[1] خاں صاحب سے مراد مولانا امیر شاہ خاں صاحب مرحوم و مغفور ہیں۔

مولوی صاحب نے فرمایا۔ پہلے نماز پڑھ لیں پھر غور کریں گے۔ مولوی
فضل رسول کے ساتھ ایک شخص بھی تھا۔ مولوی صاحب اور مولوی
فضل رسول تو نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور وہ ان کا ساتھی نہیں اٹھا
اور بیٹھا ہوا حقہ پیتا رہا۔ جب مولوی صاحب نماز پڑھ کر تشریف لائے تو
اسے حقہ پیتے ہوئے دیکھا۔ اس پر مولوی صاحب نے مولوی فضل رسول
سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں انہوں نے کہا کہ میرے عزیز ہیں
مولوی صاحب نے کہا کہ یہ تمہارے ساتھ کتنے دنوں سے ہیں انہوں نے
مدت بتائی۔ اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ تکفیر کا ارادہ میرا پہلے بھی
نہ تھا۔ مگر اتنا ارادہ تھا کہ آپ کے موافق لکھ دونگا۔ مگر اس وقت الحمدللہ
نماز کی برکت سے مجھ پر ایک حقیقت منکشف ہوئی، وہ یہ کہ یہ شخص تمہارا
عزیز ہے اور اتنی مدت سے تمہارے ساتھ بھی ہے۔ مگر باوجود اس کے
تم اسے مسلمان (نمازی) بھی نہ بنا سکے اور مولوی اسماعیلؒ جس طرف نکل
گیا ہزاروں کو دیندار بنا گیا ہے۔ پس قابل تکفیر تم ہو نہ کہ مولوی اسمعیلؒ
لہذا تم میرے پاس سے چلے جاؤ میں کچھ نہ کہوں گا۔ اس پر وہ بے
نیل و مرام واپس ہو گئے۔ یہ قصہ بیان کر کے خان صاحبؒ نے فرمایا
کہ میں اس شخص سے ملا ہوں جو مولوی فضل رسول کے ساتھ تھا حالانکہ
وہ بوڑھا ہو گیا تھا، مگر بڑھاپے تک بے نماز تھا۔ اور دنیا کی تمام بازیوں
مثل کبوتر بازی، بٹیر بازی، مرغ بازی وغیرہ میں ماہر تھا (ارواح ثلاثہ،
صفحہ ۱۰۱) حاشیہ حضرت حکیم الامتؒ: پس قابل تکفیر بتراقوال اس

بنا پر نہیں کہ تمہارا اثر ساتھی پر نہ ہوا بلکہ اس بنا پر کہ اتنے بڑے خادم الاسلام کی تکفیر کی جو بروئے حدیث موجب تکفیر ہے۔ پس حدیث کے جو معنی بھی ہیں اس بناء پر یہ قابلیت بھی ہے تکفیر کی۔ (شریف الدرایات حواشی امیر الروایات)۔

(۳۳) شاگرد کی نصیحت

خاں صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولانا نانوتوی صاحبؒ مولانا عبد القیوم صاحب اور دوسرے بہت سے لوگوں سے سنا ہے کہ ایک روز مولانا شہیدؒ ہندوؤں کے کسی میلہ میں گئے۔ سید صاحبؒ اس زمانہ میں ان سے پڑھتے تھے، وہ بھی ان کے ساتھ گئے جب یہ دونوں میلہ میں پہنچے۔ سید صاحب پر ایک جوش سوار ہوا، اور نہایت غصہ آیا اور تیز لہجہ میں مولانا شہیدؒ سے فرمایا کہ آپ نے کس لئے پڑھا تھا۔ کیا سواد کفار بڑھانے کے لئے؟ آپ کو معلوم ہے کہ آپ اس وقت کہاں ہیں، آپ غور فرمائیں کہ ایک عالم شاہ عبد العزیز صاحبؒ اور شاہ عبد القادر صاحبؒ کا بھتیجا کفار کے میلہ کی رونق بڑھائے۔ مولانا کا اس پر خاص اثر ہوا، انہوں نے کہا، سید صاحب آپ بجا فرماتے ہیں، اور واقعی غلطی میری ہے۔ اور فرما کر فوراً لوٹ آئے اور پھر کبھی کسی میلہ میں نہیں آئے۔ (ارواح ثلاثہ ص۵۱) حاشیہ حضرت حکیم الامت: قولہ سید صاحب آپ نہایت بجا (اقول)، شاگرد کی نصیحت کو تیز لہجہ میں قبول کر لینا اور عمل کرنا کس قدر مجاہدۂ عظیمہ ہے

(شریف الدرایات حواشی امیر الروایات)۔

(۳۴) غزالی وقت

خاں صاحبؒ نے فرمایا: کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتویؒ نے فرمایا کہ مولوی محمد یعقوب صاحب دہلویؒ قلب کے اندر جو نہایت چور ہوتے ہیں ان سے خوب واقف ہیں (ارواح ثلاثہ ص۱۵۰) حاشیہ حضرت حکیم الامت: قولہ نہایت باریک چور (اقول)، تو اپنے وقت کے غزالی بھی تھے۔ (شریف الدرایات)۔

(۳۵) قبولِ عام کی دو صورتیں

خاں صاحبؒ نے فرمایا کہ میں اس وقت مولانا نانوتویؒ کا ایک ملفوظ سناتا ہوں جو اس مقام کے مناسب ہے کہ قبولِ عام کی دو صورتیں ہیں ایک وہ قبول جو خواص سے لے کر عوام تک پہنچے، اور دوسرا وہ جو عوام سے شروع ہو اور اس کا اثر خواص تک بھی پہنچ جائے۔ پہلا قبول علامت قبولیت ہے نہ کہ دوسرا کیونکہ حدیث میں جو مضمون علامت مقبولیت آیا ہے۔ وہ یہ کہ اوّل بندہ سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں، پھر وہ ملاءِ اعلیٰ کو محبت کا حکم دیتے ہیں۔ اور ملأ اعلیٰ سے اپنے نیچے والوں کو، یہاں تک کہ وہ حکم اہل دنیا تک آتا ہے۔ اور جو ترتیب ملأ اعلیٰ میں تھی اسی ترتیب سے اس کی محبت دنیا میں پھیلتی ہے کہ پہلے اس سے اچھے

لوگوں کو محبت ہوتی ہے اس کے بعد دوسروں کو پس جو مقبولیت اس کے برعکس ہوگی وہ دلیل مقبولیت نہ ہوگی۔ (ارواح ثلاثہ ص۱۶۴)

(۲۶) منصب امامت کے لئے احتیاط

خاں صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا یا مولانا نانوتویؒ نے اچھی طرح یاد نہیں۔ مگر سنا ان دو حضرات میں سے کسی ایک سے ہے کہ ایک شخص نہایت خوش گلو تھے اور نعت وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔ کسی نے میاں جی نور محمد صاحبؒ سے عرض کیا کہ یہ شخص خوش گلو ہے۔ اور نعت پڑھتا ہے آپ بھی سن لیجئے۔ آپ نے فرمایا: لوگ مجھے کبھی کبھی امام بنا دیتے ہیں اور غنا بلا مزامیر میں بھی علماءؒ کا اختلاف ہے اور اس لئے اس کا سننا خلاف احتیاط ہے لہذا میں اس کے سننے سے معذور رہوں۔ (ارواح ثلاثہ ص۲) حاشیہ حضرت حکیم الامتؒ: قولہ امام بنا دیتے ہیں۔ (اقوال) کس قدر ادب ہے منصب امامت کا کہ اختلافات سے بھی احتیاط کی یہ تھے صوفی صافی کہ شریعت کا اس قدر پاس فرماتے تھے۔ (شریف الدرایات حواشی امیر الروایات)۔

(۲۷) نواب قطب الدین اور مولوی نذیر حسین

خاں صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھ سے مولانا نانوتویؒ بیان فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین صاحب بڑے پکے مقلد تھے، اور مولوی نذیر حسین

صاحبؒ پکے غیر مقلد۔ ان میں آپس میں تحریری مناظرے ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی جلسہ میں میری زبان سے نکل گیا کہ اگر کسی قدر نواب صاحب ڈھیلے پڑ جائیں، اور کسی قدر مولوی نذیر حسین اپنا تشدد چھوڑ دیں تو جھگڑا مٹ جائے۔ میری اس بات کو کسی نے نواب قطب الدین صاحب تک پہنچا دیا، اور مولوی نذیر حسین صاحب تک بھی۔ مولوی نذیر حسین صاحبؒ تو سن کر ناراض ہوئے، مگر نواب صاحبؒ پر یہ اثر ہوا کہ جہاں میں ٹھہرا تھا، وہاں تشریف لائے اور آکر میرے پاؤں پر عمامہ ڈال دیا اور پاؤں پکڑ لئے اور رونے لگے اور فرمایا: بھائی جس قدر میری زیادتی ہو خدا کے واسطے مجھے بتلا دو۔ میں سخت نادم ہوا اور مجھ سے بجز اس کے کچھ بن نہ پڑا کہ میں جھوٹ بولوں اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا اور کہا کہ حضرت آپ میرے بزرگ ہیں میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی گستاخی کرتا آپ سے کسی نے غلط کہا ہے۔ غرض میں نے بمشکل تمام ان کے خیال کو بدلا اور بہت دیر تک وہ بھی روتے رہے، اور میں بھی روتا رہا۔ یہ قصہ بیان کر کے خاں صاحبؒ نے فرمایا کہ جب مولاناؒ نے یہ قصہ بیان فرمایا۔ اس وقت بھی آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ (ارواح ثلاثہ ص۳۴) حاشیہ حکیم الامتؒ: قولہ پاؤں پر الی قولہ مجھے بتلا دو (اقوال) کیا انتہا ہے اس للہیت کی ایسے بزرگ پر کب گمان ہو سکتا ہے کہ نفسانیت سے مناظرہ کرتے ہوں۔ قولہ جھوٹ بولا (اقول) چونکہ اس میں کسی کا ضرر نہ تھا اسلئے اباحت کا حکم کیا جائے گا۔ (شریف الدرایات)۔

(۳۸) شان حضرت صدیق اکبرؓ

خاں صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتویؒ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی افضلیت بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ مختلف لوگوں کی نسبت احادیث میں لفظ احب وارد ہوا ہے، کہیں حضرت عائشہؓ کو کہیں حضرت فاطمہؓ کو وغیرہ وغیرہ لیکن ابوبکر صدیقؓ کی نسبت حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا اور یہ بات جس میں مادہ خلت ہو کسی اور کے لیے نہیں فرمائی۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ خاص خاص مادوں کی خاص خاص خصوصیات ہوتی ہیں۔ مثلاً جس مادہ میں ف کی جگہ ہو یعنی فا فعل کی جگہ ش ہوگا، اس کے معنی میں علو کے معنی پائے جائیں گے جیسے شرف، شر، شیطان وغیرہ۔ اسی طرح جس مادہ میں ف ع کی جگہ خ ل ہوں گے اس میں علیحدگی اور یکسوئی کے معنی پائے جائیں گے۔ جیسے خلوت، خلو، بیت الخلاء، خلال وغیرہ جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ محبت کا تعلق قلب سے ہے اور قلب میں بہت سے پردے ہوتے ہیں اور اس کے بیچ میں ایک خلا ہوتا ہے پس عام محبوبوں کی محبت تو قلب کے پردوں میں ہوتی ہے اور خلیل کی محبت اس خلاء میں جو قلب کے اندر ہوتا ہے جب یہ بھی معلوم ہوگیا تو اب حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ میرے جوف قلب میں خدا کی محبت کے سوا کسی اور کی محبت کی جگہ نہیں ہے۔ اور بالفرض اس جگہ کسی اور کی محبت کی جگہ

ہوتی تو ابوبکر صدیقؓ کی محبت کی ہوتی اور جب ابوبکرؓ آپ کو اس درجہ محبوب تھے تو ضروری ہے کہ آپ کی محبت اور سب سے زائد ہوگی اور دوسروں کی محبت تعلق جوف قلب سے دور پردوں سے ہوگا۔ اور ابوبکر صدیقؓ کی محبت کا تعلق جوف قلب سے قریب تر ہے۔ (ارواح ثلاثہ صـ۲۷۱) حاشیہ حضرت حکیم الامتؒ: قولہ کسی کو خلیل بنانا (اقول) اگر اس پر یہ سوال ہو کہ حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ فرما کر اپنے تفضیل کی علت میں اپنے کو حبیب اللہ فرمایا ہے۔ جس سے اس کے عکس کا شبہ ہوتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس حکم کا مبنی لغت نہیں بلکہ محاورہ ہے۔ محاورات میں خلیل کا اطلاق عاشق پر بھی ہوتا ہے۔ مگر حبیب کا صرف اسی معشوق پر (شریف الدرایات)

(۳۹) شفقت علی الخلق

خانصاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا نانوتویؒ کو حرام کے طعام سے جیسے نفرت تھی ویسا ہی اس کا احساس بھی جلد کرتے تھے مگر دعوت بوجہ دلداری ہر ایک کی منظور فرما لیتے تھے۔ اور پھر اگر قے کر لیتے تھے۔ (ارواح ثلاثہ صـ۲۰۶) حاشیہ حضرت حکیم الامت: دعوت کی منظوری حرام بین ہونے کی صورت میں نہ تھی بلکہ مشتبہ ہونے کی صورت میں جو فتوی سے حلال ہے۔ کیا

انتہا ہے۔ اخلاق وشفقت کی۔ (شریف الدرایات)

(۴۰) آدابِ ہدیہ

خانصاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتویؒ نے فرمایا کہ جو شخص ہم کو محتاج سمجھ کر دیتا ہے۔ اس کا ہدیہ تو لینے کو جی نہیں چاہتا اور جو اس غرض سے دیتا ہے کہ ہمارے یعنی دینے والے کے گھر میں برکت ہو اور ہمارے لے لینے کو ہمارا احسان سمجھے اس کا ہدیہ لے لینے کو جی چاہتا ہے۔ اگرچہ وہ چار ہی پیسے ہوں۔ (ارواحِ ثلاثہ ص۲۰۲) حاشیہ حضرت حکیم الامتؒ: قولہ جو شخص ہم کو محتاج۔ الخ (اقول) وجہ اس تفصیل کی یہ ہے کہ محتاج سمجھ کر دینا عادۃً ذلیل سمجھ کر دینا ہوتا ہے اور یہ آدابِ ہدیہ کے خلاف ہے کہ مہدیٰ الیہ کو ذلیل سمجھا جائے۔ (شریف الدرایات)۔

(۴۱) مولانا شہید سے عشق

خانصاحبؒ نے فرمایا: کہ حضرت نانوتویؒ کو یوں تو دلی اللّٰہی خاندان کے ایک ایک فرد سے محبت اور فدائیت تھی۔ مگر مولانا شہیدؒ سے عشق تھا۔ ان کا ذکر سن نہ سکتے تھے۔ کسی نے تذکرہ چھیڑا تو اس کی بات کاٹ کر خود ان کا ذکر شروع کر دیتے تھے (ارواحِ ثلاثہ ص۲۷۲) حاشیہ حضرت حکیم الامتؒ: یہ بات

کاٹنا ایسے لطیف طور پر ہوتا تھا کہ بات کرنے والے کو ناگوار نہ ہو۔

(۴۲) مجدد جس کام کے لئے آتا ہے اسمیں اس سے کوئی نہیں بڑھ سکتا

خانصاحبؒ نے حضرت نانوتویؒ سے دریافت کیا کہ حضرت آپ سید صاحبؒ کو مجدد مانتے ہیں تو ان کی نسبت سب سے اعلیٰ ہونی چاہئے۔ پھر ان کی نسبت کا شاہ عبدالرحیمؒ کی نسبت سے گھٹا ہونا کیا معنی۔ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا: کہ جس بات کے لئے مجدد آتا ہے، اس میں اس سے کوئی بڑھا ہوا نہیں ہوتا۔ وہاں دوسری حیثیت سے جیسے ذکر و اشتغال وغیرہ میں بڑھ جائے تو اس کا مضائقہ نہیں۔ (ارواحِ ثلاثہ ص۲۰۱) الحمدللہ! معارف از ارواحِ ثلاثہ ختم ہوئے، آئندہ فرمایا سے مراد "حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا" حسب سابق ہوگی۔

(۴۳) شانِ جامعیت حضرت نانوتویؒ

فرمایا: بندے وہ تھے جیسے مولانا محمد قاسمؒ کہ فرمایا کرتے تھے اگر چار حرف جاننے کی تہمت نہ ہوتی اور اس سے لوگ جان گئے نہ ہوتے تو ایسا گم ہوتا کہ کوئی یہ بھی نہ پہچانتا کہ قاسم دنیا میں پیدا ہوا تھا۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص۱۶۱) ارواحِ ثلاثہ ص۲۲۰ میں

یہ بھی ہے کہ فرمایا کہ میں جس طرح صوفیوں میں بدنام ہوں۔ اسی
طرح مولویت کا دھبہ بھی مجھ پہ لگا ہوا ہے۔ اس لئے پھونک
پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے۔ اگر یہ مولویت کی قید نہ ہوتی تو
قاسمؒ کی خاک تک کا پتہ نہ چلتا۔ پرندوں کا گھونسلہ بھی ہوتا ہے
میرے یہ بھی نہ ہوتا اور کوئی میری ہوا تک نہ پاتا۔ حضرت حکیم
الامتؒ شریف الدرایات میں فرماتے ہیں یہ ہے جامعیت کہ
سب کا مناسب حق ادا کیا جائے۔

بر کفے جامِ شریعت بر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام سندان باختن

(۴۴) علوم حضرت حاجی صاحبؒ

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں
کو جو اصطلاحی عالم نہیں ہوتے، ایک لسان عطا فرماتے ہیں چنانچہ
حضرت شمس تبریزیؒ کو مولانا رومیؒ لسان عطا ہوئے۔ جنہوں نے
حضرت شمس تبریزی کے علوم کو کھول کھول کر بیان فرما دیا۔ اسی
طرح مجھ کو مولوی محمد قاسمؒ لسان عطا ہوئے۔ مولانا محمد قاسم
صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں اپنی تصنیف کو حضرت حاجی
صاحبؒ کو سنا دیتا ہوں، تب مجھے اس کے مضامین پر اطمینان ہوتا
ہے کہ ٹھیک ہیں بدوں سنائے اطمینان نہیں ہوتا اور ایک بڑی

لطیف بات فرماتے تھے کہ ہمارے ذہن میں مبادی پہلے آتے ہیں
یعنی مقدمات اول آتے ہیں، ان کے تابع ہوتا ہے نتیجہ اور ان
حضرات کے ذہن میں نتائج پہلے آجاتے ہیں۔ اس لئے جب سنا
لیتا ہوں تو اطمینان ہو جاتا ہے کہ مقاصد تو ٹھیک ہیں۔ مقدمات
چاہے غلط ہوں۔ ان کی کیا ہے انہیں تو خود ٹھیک ٹھاک کر
لیں گے۔ مقاصد تو صحیح جتنے وہبی علوم بزرگوں کے ہیں۔ وہ
ایسے ہی ہوتے ہیں کہ بس ایک سچی بات قلب میں پڑ گئی ان کے
منتسبین میں جو اہل علم ہوتے ہیں وہ یہ کرتے ہیں کہ اس کی تقویت
اور تائید دلائل سے بھی کر دیتے ہیں تو ان کے دلائل تابع مقاصد
کے ہوتے ہیں، بخلاف علماء رسوم کے کہ ان کے مقاصد تابع دلائل
کے ہوتے ہیں۔ (حسن العزیز جلد ۱ ص ۲۰۲)

(۴۵) مسلمانوں کے مناظرہ سے نفرت

فرمایا: مولانا محمد قاسمؒ مسلمانوں سے مناظرہ نہیں کرتے تھے۔ ہاں
کفار سے کرتے تھے۔ (مسلمانوں کے مناظرہ سے نفور تھے۔
حسن العزیز ج ۱ ص ۲۸۶

(۴۶) شفقت علی الخلق حضرت نانوتویؒ

فرمایا: ایک بار جاڑے کے دنوں میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ

اپنی رضائی تو کسی مہمان کو دے دی۔ پھر مولانا گنگوہیؒ سے ان کی اپنے لئے رضائی مانگی تو فرمایا کہ اپنی رضائی کیوں دوسرے کو دے دی میں تو اپنی رضائی نہیں دیتا۔ جب انہوں نے کہا حضرت میں رات بھر جاڑے میں مردں گا۔ تب دو شرطوں سے دی ایک یہ کہ تہجد کے وقت مجھے واپس کر دینا۔ کیونکہ لحاف اوڑھ کر مجھ سے نہ اٹھا جائے گا اور دوسرے کسی اور شخص کو مت دینا۔ تاکہ کسی کی جوں نہ چڑھ جاوے۔ (حسن العزیز صہ ۲۳۹ ج ۱)

(۴۷) امراء سے انقباض

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ ایک رئیس کی دینداری کے بہت مداح تھے۔ لیکن کبھی ملے نہیں۔ علی گڑھ میں تشریف رکھتے تھے، وہ رئیس صاحب ملنے کے لئے آئے، جب سنا کہ وہ صاحب آ رہے ہیں، علی گڑھ چھوڑ کر چلے گئے ملے نہیں۔ عرض کیا گیا کہ رئیس صاحب تو طالبِ دین ہو کر آ رہے تھے۔ پھر بھی حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے اعراض کیا فرمایا کہ ہر بزرگ کی جدا شان ہوتی ہے۔ طبائع مختلف ہوتے ہیں۔ حضرت مولاناؒ کی طبیعت ہی ایسے واقع ہوئی تھی کہ ان کو امراء سے انقباض ہوتا تھا، تکبر تو برا، امراء کو حقیر کیوں سمجھے لیکن اختلاط بھی کیوں کرے۔ کہیں پھنس ہی جائے تو پھر بدخلقی نہ کرے (حسن العزیز ج ۱ صہ ۲۶۵)

(۴۸) تواضع طعام

ہمیں تو وہ طرز دعوت پسند ہے جو حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا تھا۔ ان کی دعوت ایک طالب علم نے کی۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ بھائی اس شرط سے قبول ہے کہ صرف وہی کھانا ہو جو تمہارے لئے دوسرے کے گھر سے آتا ہے۔ ان کا کھانا کہیں مقرر تھا۔ انہیں تو مولانا کو کھلانا منظور تھا۔ اس لئے مجبوراً انہوں نے اس شرط کو منظور کر لیا جو کھانا ان کے لئے آیا۔ وہی مولاناؒ کے سامنے رکھ دیا۔ مولاناؒ نے کھا لیا۔ (حسن العزیز ج ۱ ص ۲۶۵)

(۴۹) الہامی مضامین

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا محمد قاسمؒ صاحب نے ایک مرتبہ چھلنیوں کا وعظ کیا تھا۔ ہر چیز کے لئے ایک چھلنی ثابت کی تھی، اس کے متعلق مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ایک نہایت لطیف مضمون فرمایا تھا۔ حدیث پڑھنے والوں کے سمجھنے کے لائق، واقعی محقق سمجھتا ہے۔ قرآن و حدیث کو۔ وہ مضمون یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ حق تعالےٰ قیامت کے دن اس زمین کا پیڑا بنا کر اس کی روٹی پکا کر اول غذا جنتیوں کو یہ دیں گے۔ اب اس میں ظاہر میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ کیا اہلِ

جنت کو خاک پتھر کھلائیں گے۔ یہ اچھا انعام جنتیوں کو ملے گا۔ تو اس کو اسی قاعدہ پر متفرع کر کے سمجھو کہ تم اپنے مہمان کو بے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں کھلاتے تو حق تعالیٰ بلا چھنے ہوئے کیوں کھلائیں گے، چنانچہ زمین اس طرح چھانی جائے گی۔ کہ مٹی پتھر سب نکل جائیں گے اور صرف اجزائے لطیفہ رہ جائیں گے۔ باقی یہ بات ہے کہ اس میں اجزاء لطیفہ کہاں ہیں، سو اس کو یوں سمجھو کہ جتنی نعمتیں کھانے پینے کی نکلتی ہیں ظاہر ہے کہ وہ سب زمین سے نکلتی ہیں۔ اور وہ زمین کے اجزاء ہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس میں ایسے ایسے اجزاء لطیفہ مبطن ہیں۔ پس ان اجزاء کو حق تعالیٰ شانہٗ علیحدہ کر دیں گے اور وہ اُن کی غذا بنے گی۔ سو وہ تو الاجمع الاشیاء ہوگی اور غالباً اس میں حکمت یہ ہوگی کہ بہت سے بندگانِ خدا مجاہدات و ریاضات میں دنیا کی لذتوں سے منتفع نہیں ہوتے ان کو اگر پیشتر یہ غذا نہ کھلا دی جائے تو وہ جنت کی غذاؤں کا موازنہ نعمار دنیا سے کس طرح کر سکتے ہیں اور بدون موازنہ کے حظ کم ہوگا۔ اس لئے اُن کو وہ غذا کھلا کر دکھلا دیا جائے گا کہ دیکھو دنیا کی نعمتوں کا خلاصہ یہ ہے پھر اس کے بعد فرمائیں گے کہ لو اب کھاؤ یہ ہے جنت کی چیز۔ فی الاصل تو اس کے کھانے سے مقصود یہی ہوں گے دیگران کے طفیل میں اور سب کو بھی یہ غذا دیں گے پھر فرمایا کہ یہ مضامین

ہمارے اساتذہ کے الہامی اور کشفی ہیں (حسن العزیز ج ۱ ص ۱۴۶)

(۵۰) جواب میں نرمی

بروایت مولوی محمد یحییٰ صاحب سیوہاروی فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے کسی نے مولود شریف کی بابت دریافت کیا۔ فرمایا کہ بھائی نہ اتنا برا ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں۔ اور نہ اتنا اچھا ہے جتنا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ یہ اس قدر جامع جواب ہے کہ ایک رسالہ کا رسالہ اس کی شرح میں لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ اس قدر گول جواب ہے کہ عوام نہیں سمجھ سکتے۔ ہر فریق اس جواب کو اپنی تائید میں پیش کر سکتا ہے۔ حضرت مولاناؒ کھلم کھلا کسی کو برا نہیں کہتے تھے، ایسے سوالات کے بہت نرم جواب دیتے تھے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ بالکل صاف صاف کہتے تھے۔ ایک ہی دفعہ میں چاہے ٹھہرو چاہے جاؤ، لگی لپٹی نہیں رکھتے تھے۔ پہلے میں بھی نرم جوابات کو پسند کرتا تھا۔ لیکن اب تجربہ کے بعد مولانا گنگوہیؒ کا طرز نافع ثابت ہوا۔ نرم جواب میں یہ مصلحت بھی جاتی ہے کہ مخاطب کو وحشت نہ ہو اور وہ ہم میں آ جائے حالانکہ یہ غلط ہے وہ ہم میں نہیں آتے۔ وہ تو اپنے اسی خیال کی بناء پر ہم میں آئے ہیں تو یہ در اصل ہم میں آنا نہ ہوا، ہاں ہم ہی کچھ ادھر چلے گئے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی تعریف سن کر

ایک صاحب سماع آئے حسب معمول مولاناؒ نے نہایت عزت کے
ساتھ ان کو مہمان بنایا اور سب طالب علموں کو سمجھا دیا کہ خبردار
کوئی گفتگو ان کے طریقہ کے خلاف نہ کی جائے۔ کیونکہ مہمان
کی دلشکنی نہیں چاہیئے۔ کسی نے اس واقعہ کی خبر حضرت
مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں کر دی۔ حضرت مولانا نے فرمایا۔
کہ بہت برا کیا بدعتی کا اکرام جائز ہی کہاں ہے۔ اس شخص
نے یہ اعتراض حضرت مولانا نانوتویؒ کے پاس پہنچا دیا۔ تو فرمایا
خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر مہمان تک کا اکرام فرمایا ہے۔
اس شخص نے اس جواب کو مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں عرض کیا
مولانا نے فرمایا کہ کافر کے اکرام میں غلط فہمی اور فساد کا احتمال
نہیں بدعتی کے اکرام میں عوام کی غلط فہمی اور فسادِ عقیدہ کا اندیشہ
ہے اس لئے ناجائز ہے اس جواب کو پھر اس شخص نے حضرت مولانا
محمد قاسمؒ صاحب کی خدمت میں پہنچ کر بیان کیا تو مولاناؒ نے
اس کو ڈانٹ دیا کہ یہ کیا واہیات ہے، اِدھر کی اُدھر، اُدھر
کی اِدھر لگاتے پھرتے ہو، بیٹھو اپنا کام کرو۔

(حسن العزیز ج ۱ صـ۱۶۲، صـ۳۰۲)

(۵۱) حضرت گنگوہی کی حضرت حاجی صاحب سے محبت

ایک بار حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ جتنی محبت پیروں

کے ساتھ مریدوں کو ہوتی ہے، حضرت حاجی صاحبؒ سے مجھ کو
اتنی نہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے سن کر اِدھر اُدھر کی
باتیں کر کے فرمایا کہ اب تو ماشاء اللہ آپ کی حالت باطنی حضرت
حاجی صاحبؒ سے بھی بہت آگے بڑھ گئی ہے۔ مولانا نے فرمایا
کہ لاحول ولا قوۃ، استغفر اللہ، بھلا کہاں۔ حضرت
کہاں میں۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

مجھے اس بات سے بڑی تکلیف ہوئی۔ بڑا صدمہ ہوا۔ مولانا
محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا کہ خیر آپ ان سے بڑھے ہوئے نہ سہی
لیکن میں پوچھتا ہوں یہ تکلیف آپ کو کیوں ہوئی! بس یہی
ہے محبت آپ تو کہتے تھے مجھے حضرت سے محبت ہی نہیں، اگر
محبت نہ تھی تو یہ صدمہ کیوں ویسے ہی اپنی فضیلت کی نفی کر
دیتے بس یہی محبت ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ بھائی
تم بڑے استاد ہو بڑی بے تکلفی تھی آپس میں۔ (حسن العزیز
ج ۱ صـ۳۵۶)

(۵۲) شاہبازِ عرش

فرمایا: ایک جگہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ وعظ فرما رہے تھے۔
مولانا گنگوہیؒ بھی شریک تھے۔ ایک صاحب بولے کہ خیر وعظ کی

مجلس میں بیٹھنے کا ثواب تو ہو گیا۔ باقی سمجھ میں کچھ آیا نہیں اگر
مولانا عام فہم مضامین بیان فرمایا کریں تو کچھ نفع بھی ہو۔ مولانا
گنگوہیؒ سن رہے تھے۔ فرمایا کہ افسوس ہے شاہباز عرش سے
درخواست کی جاتی ہے کہ زمین پر اڑے۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ
فرمایا کرتے تھے کہ میں وعظ میں جو کہیں کسی قدر رک جاتا ہوں،
تو سوچنے کی غرض سے نہیں بلکہ مضامین کا اس قدر ہجوم اور توارد
ہوتا ہے کہ پریشان ہو جاتا ہوں، سوچتا ہوں کہ کس کو مقدم
کروں، کس کو مؤخر کروں۔ (حسن العزیز ج ص ۳۸۲)

(۵۳) اخلاق کا غلبہ

فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ پر اخلاق کا اس قدر غلبہ تھا
کہ بعض اوقات عوام کی مصلحت کا بھی خیال نہ رہتا تھا۔ ایک
صاحب نے میرٹھ میں مولاناؒ سے دریافت کیا کہ مولوی عبدالسمیع
صاحب تو مولود شریف کرتے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا
کہ بھائی انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبت معلوم
ہوتی ہے۔ اس لئے کرتے ہیں۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ محبت نصیب
کرے۔ مولوی عبدالسمیع صاحب خود مجھ سے کہتے تھے کہ ایسے
سے بھلا کوئی کیا لڑے۔

(حسن العزیز ج ۱ ص ۳۰۶)

(۵۴) اصل علم قرآن و حدیث میں ہے

فرمایا کہ ایک معقولی مولوی صاحب سے مناظرہ کرنے کی غرض سے
مولانا محمد قاسم صاحب رامپور تشریف لے گئے تھے۔ سنا تھا کہ
وہ کچھ اکابر کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ مثلاً شاہ عبدالعزیز
صاحبؒ۔ مولانا کو ناگوار ہوا۔ گو نہایت متواضع تھے، لیکن اکابر
کے متعلق ایسے مضامین سن کر فرمایا کہ مجھے چاہے گالیاں دے لیں۔
لیکن جن کی جوتیاں سیدھی کر کے کچھ پڑھا پڑھایا ہے ان کی بابت
تو سنا نہیں جاتا (سب تمہاری زیارت کو آتے ہیں۔ تم مجھے اپنی
زیارت کرا جاؤ۔ یہ ایک بوڑھے شخص نے رامپور سے کہلوایا تھا
اس غرض سے بھی رامپور تشریف لے گئے) غرض جب مولانا
پہنچے تو وہ مولوی صاحب خود تو سامنے نہیں آئے لیکن اپنے
آدمیوں کو بھیجنا شروع کیا۔ مولاناؒ تھے بڑے دلیر گو تواضع کی
شان بھی نہایت بڑھی ہوئی تھی مگر موقع پر بالکل بے باک ہو
جاتے تھے۔ فرمایا کہ اپنے استاد کو لاؤ، چوڑیاں کیوں پہن
لیں، پردہ سے باہر کیوں نہیں نکلتے مگر خود نہیں آئے۔ مولاناؒ
نے وعظ میں بھی کہا کہ خود پردہ میں بیٹھ کر اوروں کو بھیجتے ہیں
یہ کیا زنانہ پن ہے۔ ہمت ہے تو سامنے آئیں لیکن اس پر بھی
ان کی ہمت نہیں ہوئی۔ مولانا کی ذکاوت سے سب ڈرتے تھے۔

مولوی اسحاق صاحب کے ایک استاد عامل بالحدیث کہتے تھے
کہ میں مولانا کی مجلس میں پہنچا۔ مولانا قرأت فاتحہ خلف الامام
کو عقلی دلائل سے ثابت کر رہے تھے کہ مجھے کسی جگہ خدشہ ہوا
لیکن چپ ہو گیا کہ ان سے گفتگو کرنا جھاڑ اپنے پیچھے لگا لینا
ہے۔ ان سے عہدہ برا ہونا مشکل ہے۔ مولانا بے حد ذکی تھے
ایک مولوی صاحب غیر مقلد بہت تیز ہیں۔ میں بھی اُن سے
ملا ہوں۔ ان کے چہرہ اور لہجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بے حد
ذکی ہیں۔ انہوں نے مولاناؒ سے کہا کہ مجھے امام صاحبؒ کے
اقوال میں چند شبہ ہیں۔ مولاناؒ نے فرمایا متاخرین کی تفریعات
کو تو میں نہیں کہتا لیکن خاص امام صاحب کے جتنے اقوال ہیں
میں دعویٰ کرتا ہوں کہ خود امام صاحب کے جس مسئلہ کو چاہے
پوچھ لیجئے حدیث سے ثابت کر دوں گا۔ حالانکہ مولانا کی کتابوں
پر کچھ زیادہ نظر نہ تھی۔ ہے واقعی بہت بڑا دعویٰ۔ فرمایا کہ
میں دعویٰ کرتا ہوں کہ خاص امام صاحب کا ایک قول بھی حدیث
کے خلاف نہیں وہ مولوی صاحب چند مسائل پوچھ کر چپ ہو
گئے جانتے تھے کہ کیسے شخص ہیں۔ رامپور کے وعظ میں مولاناؒ
نے دعویٰ کیا تھا کہ لوگوں نے معقول معقول پکار رکھا ہے
پھر اصل علم تو قرآن و حدیث میں ہے۔ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ
جتنے مسائل فلسفی ہیں۔ نفیاً یا اثباتاً سب قرآن میں موجود ہیں

ایک صاحب نے اُٹھ کر کہا جزء لا یتجزیٰ کے مسئلہ میں
متکلمین اور حکماء کا کیا اختلاف ہے مولانا نے فوراً فرمایا متکلمین
کی رائے صحیح ہے۔ قرآن سے ثابت ہے۔ پھر سورۂ واقعہ کے
شروع کی آیتیں پڑھ کر کچھ مقدمات ملا کر فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا۔
سے ثابت کر دیا کہ یہ تجزیہ عدم تجزیہ تک واقع ہو گا، سب
خاموش بیٹھے رہے، کوئی کچھ نہ بول سکا۔

(حسن العزیز ج ۱ ص ۳۸۰)

(۵۵) امراء کے معاملہ میں غیور

فرمایا: نواب کلب علی خان کا زمانہ تھا، نواب صاحب
نے بلوا بھیجا کہ آپ کو تکلیف تو ہو گی۔ لیکن مجھے زیارت کا
بے حد اشتیاق ہے۔ مولاناؒ نے اوّل تہذیب کا جواب کہلا
بھیجا کہ میں ایک کاشتکار کا بیٹا ہوں۔ آداب دربار سے
ناواقف ہوں۔ کوئی بات آداب دربار کے خلاف ہو گی تو
یہ نازیبا سا ہے۔ نواب صاحب نے کہلا بھیجا کہ حضرت آپ
کے لئے سب آداب معاف ہیں۔ پھر مولانا نے کہلا بھیجا کہ وہ
جواب تو تہذیب کا تھا۔ اب ضابطہ کا جواب دینا پڑا۔ آپ
فرماتے ہیں کہ مجھے ملاقات کا اشتیاق ہے۔ سبحان اللہ اشتیاق
تو ہو آپ کو اور حاضر ہوں میں یہ عجیب بے جوڑ بات ہے پھر

نواب صاحب کی ہمت نہ بلانے کی ہوئی نہ خود حاضر ہونے کی۔
واقعی مولاناؒ بڑے تارک تھے۔ امراء کے معاملہ میں تو بڑے غیور
تھے میرے سامنے جامع مسجد دیوبند میں ایک تحصیلدار پیچھے
بیٹھے تھے۔ ان کا خادم آیا کہ تحصیلدار صاحب کو کچھ مشورہ کرنا
ہے۔ اس زمانہ میں قانون بہ متعلق نکاح خوانی آیا تھا۔ آپ
کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں۔ ذرا تکلیف فرمایئے۔ مولاناؒ نے
جھڑک دیا کہ جاؤ۔ (حسن العزیز ج ۱ صـ۳۸۱)

(۵۶) فقیہہ عصر

فرمایا: کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر
کوئی شخص قسم کھائے کہ میں فقیہہ کو دیکھوں تو وہ حضرت مولانا
گنگوہیؒ کو دیکھے تو اس کی قسم پوری ہو جائے گی۔ (مجالس
حضرت حکیم الامتؒ)

(۵۷) ہدیہ قبول نہ کرنے کا سبب

فرمایا: شاہجہان پور کے ایک بزرگ نے حضرت مولانا نانوتویؒ
سے فرمایا تھا کہ جب میں لوگوں کے پیٹ میں سور کتے بولتا
دیکھتا ہوں تو پھر کیسے ہر ایک کی چیز لے لوں۔ (العشر)
بعض بزرگوں کو کشف ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ ہر ایک کا

ہدیہ قبول نہیں کرتے۔

(۵۸) کسی کو بُرا کہنے میں احتیاط

فرمایا: ایک مشہور پیر صاحب بازاری عورتوں کو مرید
کر لیتے تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی
مجلس میں کچھ لوگ اُن کو برا کہنے لگے تو حضرتؒ نے بہت
خفا ہو کر فرمایا کہ تم نے ان کا عیب تو دیکھ لیا۔ یہ نہیں
دیکھا کہ وہ راتوں کو اللہ کے سامنے عبادت گذاری اور گریہ
وزاری کرتے ہیں۔ لوگوں کو خاموش کر دیا اور اشارہ اس بات
کی طرف تھا کہ کسی شخص کے اچھے عمل کو اچھا اور برے کو بُرا
یا بھلا اس کے مجموعہ اعمال کی بناء پر کہا جا سکتا ہے۔ جس کا
عموماً لوگوں کو علم نہیں ہوتا۔ اس لئے کسی شخص کی ذات کو
بُرا کہنے میں بہت احتیاط چاہیئے۔

(مجالس حکیم الامتؒ صـ۱۲۴)

(۵۹) کسی کا نام نہ بگاڑنا چاہیئے

حضرت مولانا نانوتویؒ کے خاص بے تکلف مرید امیر
شاہ خاں صاحب مرحوم نے ایک مرتبہ فضل رسول صاحب جو
اس زمانہ کے اہل بدعت میں سے تھے۔ ان کا نام بگاڑ کر

فضل رسول کی بجائے فصل رسول صرف صاد کے ساتھ کہا۔
حضرت نے ناراض ہو کر سختی سے فرمایا کہ وہ جیسے بھی کچھ ہوں
تم تو آیت قرآن وَلَا تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ کے خلاف کرکے
گناہگار ہو ہی گئے۔ (مجالس حکیم الامتؒ صفحہ ۱۲۴)

(۶۰) شعروشاعری میں کسی کو کافر کہنے میں احتیاط

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے سامنے ایک
فارسی قطعہ پیش کیا گیا جس کا تعلق ایسے لوگوں سے تھا جو
بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو کافر کہہ دیتے ہیں۔ قطعہ یہ تھا ؎

مرا کافر اگر گفتی غم نیست
چراغ کذب را نبود فروغے
مسلماں نت بخوانم در جوابش
دروغے را جزا باشد دروغے

حضرت نانوتویؒ نے سنا تو فرمایا کہ اس میں تو مخاطب
کو کافر ہی کہہ دیا گیا ہے کیونکہ اس کے مسلمان ہونے کو
جھوٹ قرار دینا کافر ہی کہنا ہے۔ پھر خود اس میں ایک
شعر کا اضافہ اپنی طرف سے اس طرح کر دیا ؎

مرا کافر اگر گفتی غمے نیست
چراغ کذب را نبود فروغے

مسلمانت بخوانم در جوابش
دہم شکر بجائے تلخ دوغے
اگر خود مؤمنی فبہا و الا
دروغے را جزا باشد دروغے

(مجالس حکیم الامت صفحہ ۱۲۱)

(۶۱) ایک حدیث کی تحقیق

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا من احدث فی امرنا ھذا فھو رد" یعنی جس شخص نے
ہمارے دین میں کسی نئی چیز کو بڑھایا وہ مردود ہے۔ حضرت
مولانا نانوتویؒ نے اس حدیث کی تحقیق میں فرمایا کہ حدیث
میں جس چیز کی ممانعت فرمائی ہے وہ احداث فی الدین
ہے لیکن دین کے احکام کو بروئے کار لانے کے لئے جن
ذرائع و وسائل کی ضرورت پیش آئے۔ اس کا حدیث و قرآن
میں منصوص یا مذکور ہونا ضروری نہیں وہ ہر زمانہ میں ہر
کام کی مناسبت سے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ جیسے اس زمانہ
میں حج کے لئے ہوائی جہاز اور جہاد کے لئے ٹینک اور
بم وغیرہ کا استعمال ہے کہ اس کو احداث فی الدین نہیں
کہہ سکتے بلکہ احداث للدین کہا جائے گا۔ وہ جائز ہے اسی

طرح جمعیت خاطر اور قطع وساوس کے لئے ذکر جہر یا اشغال
صوفیہ میں سے کوئی شغل اختیار کرنا احدث فی الدین نہیں
بلکہ للدّین ہے۔ (مجالس حکیم الامتؒ صد ۸۵)

(۶۲) نوتعلیمیافتہ سے گفتگو کا طریق

فرمایا: نوتعلیم یافتہ لوگوں سے تو ضابطہ کی گفتگو کرنی
چاہیئے۔ مگر ہر موقع کی معرفت اور اس کے مطابق۔ مولانا
محمد قاسمؒ صاحب فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت زینبؓ کے واقعہ میں کچھ اخفار کیا تھا تو اللہ تعالےٰ
نے اس کو ظاہر فرما دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس
ارادہ کی کہ اگر حطیم کو جزو بیت اللہ بناوے گا۔ تو فتنہ
ہوگا۔ حق تعالےٰ نے تصدیق فرما دی۔ حضور (صلی اللہ علیہ
وسلم) کے خیال میں دونوں جگہ اظہار خلاف مصلحت تھا مگر
ایک جگہ حق تعالیٰ نے ظاہر فرما دیا اور آپ کے خیال کو
بدل دیا اور دوسری جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال کو
ثابت رکھا۔ (الکلام الحسن ملفوظ ۴۸)

(۶۳) ارادہ فعل اختیاری ہے

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے رڑکی میں دیانند سے

کہا کہ مناظرہ کرلو۔ اس نے کہا کہ عام جلسہ میں مناظرہ کرنے
میں فساد کا خطرہ ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اب تو خلوت ہے
ابھی کرلو۔ اس نے کہا میں اس جگہ اس ارادہ سے نہیں آیا۔
فرمایا کہ ارادہ تو فعل اختیاری ہے۔ اب کرلو۔ اس سے
بالکل لاجواب ہوگیا۔ (الکلام الحسن ملفوظ ۵)

(۶۴) تقوی حضرت نانوتویؒ

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ جب مدرسہ دیوبند کے
دوات قلم سے کوئی خط لکھتے تھے۔ تو روشنائی اور قلم کے
استعمال کے عوض میں ایک پیسہ دے دیتے تھے۔
(الکلام الحسن ملفوظ صد ۱۲۹)

(۶۵) مریدوں پر توجہ

فرمایا: ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کسی
مسجد میں چند مریدوں کو توجہ دے رہے تھے اور رات کا وقت
تھا چراغ نہ تھا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو اس
کی خبر لگی جلدی سے آکر خفیہ طور پر حلقہ میں بیٹھ گئے۔
حضرت نانوتویؒ کو نسبت یعقوبیہ کا احساس ہوگیا۔
آپ نے توجہ روک لی مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو اس

کا ادراک ہوگیا۔ خفا ہو کر فرمانے لگے، بنا دو ان کو غوث وقطب میں ہی ایک منحوس ہوں جو خار معلوم ہوتا ہے

(خیر الافادات ملفوظ ۱۹۳)

(۶۶) انبیاء علیہم السلام سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا

ارشاد فرمایا کہ مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب نے مجھ سے نقل کیا ہے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تحقیق یہ تھی کہ انبیاء علیہم السلام سے قبل نبوت یا بعد نبوت نہ کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہوتا ہے نہ صغیرہ۔ (مجالس حضرت حکیم الامتؒ ص۲۱)

(۶۷) ذہن دنیا سے رخصت ہوچکا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ذہن تو دنیا سے رخصت ہوچکا۔ مگر کچھ حافظہ باقی ہے اور وہ بھی نابیناؤں میں۔ (مجالس حکیم الامتؒ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ص۱)

— —

(۶۸) حجر اسود کسوٹی ہے

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ حجر اسود کسوٹی ہے اس کے چھونے سے انسان کی اصلی حالت ظاہر ہوتی ہے اگر واقعی فطرۃً صالح ہے تو حج کے بعد اعمال صالحہ کا غلبہ ہوگا اور اگر فطرت طالح ہے محض تصنع سے نیک بنا ہوا ہے تو حج کے بعد اعمال سیئہ کا غلبہ ہوگا اس لئے حاجی کی حالت خطرناک ہے اور اس خطرہ کا علاج یہ ہے کہ حاجی زمانہ حج میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اصلاح حال کی خوب دعا کرے اور دل سے اعمال صالحہ کے شوق کی دعا کرے اور حج کے بعد اعمال صالحہ کا خوب اہتمام کرے۔ (انفاس عیسیٰ ج ۱ ص۲۶۱)۔

(۶۹) کونسا مباح و مستحب ترک کرنا چاہیئے

فرمایا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ گو یہ قاعدہ شرعی ہے کہ جس مباح و مستحب میں احتمال مفسدہ ہو اس مباح و مستحب کو ترک کر دینا چاہیئے مگر اس کا فیصلہ کرنا کہ کونسا مفسدہ قابل اعتبار ہے اور کونسا قابل التفات نہیں، یہ ہر شخص کا کام نہیں، بلکہ اس کا فیصلہ بھی شارع ہی کر سکتا ہے یا دوسرا وہ شخص جو کلام شارع کو اچھی طرح سمجھتا ہو۔ (تقلیل الاختلاط مع الانام ص۵)۔

— —

(۷۰) غریب سمجھ کر دینا

فرمایا مولانا محمد قاسم صاحب رح فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ شبہ ہو جائے کہ یہ شخص ہم کو غریب سمجھ کر دے رہا ہے تو لینے کو جی نہیں چاہتا ہم غریب ہی سہی مگر اس کو کیا حق ہے کہ ہم کو غریب سمجھ کر دے۔ (انفاس عیسیٰ ج ۲ صہ ۱۶۴)۔

تمت بالخیر

****

کتابت: محمد [illegible] قمر